۹۴

سلسلۂ مطبوعات مکتبۂ ابراہیمیہ

گلشن گفتار

مرتبہ

سید محمد ایم۔ اے

سلسلۂ مطبوعات مکتبۂ ابراہیمیہ

گلشن گفتار

شعرائے اردو کا قدیم ترین تذکرہ

تصنیف

خواجہ خان حمید اورنگ آبادی

مرتبہ

سید محمد ایم اے

طبع اول　　مطبوعہ خورشید پریس یوسف بازار نیا پل　　قیمت ۱۲ ار

فہرست مندرجات

نمبر	عنوان	صفحہ
۱	مقدمہ	۱
۲	دیباچہ مصنف	۱
۳	نصرتی	۶
۴	ولی	۸
۵	اشرف	۱۲
۶	رضی	۱۳
۷	قزل	۱۴
۸	حشمت	۱۵
۹	مضمون	۱۹
۱۰	عبدالرحیم	۲۲
۱۱	یکرو	۲۳
۱۲	یکرنگ	۲۳
۱۳	فایق	۲۴
۱۴	حاتم	۲۵
۱۵	آبرو	۲۹
۱۶	مظہر	۳۳
۱۷	سودا	۳۷
۱۸	ناجی	۴۰
۱۹	تاباں	۴۰
۲۰	یقین	۴۴
۲۱	احسن	۵۰
۲۲	زانی	۵۱
۲۳	اعظم	۵۲
۲۴	قایم	۵۳
۲۵	کامل	۵۳
۲۶	ابدال	۵۴
۲۷	فضلی	
۲۸	داؤد	۵۷
۲۹	عاجز	۵۸
۳۰	رسا	۵۸
۳۱	وفا	۶۳
۳۲	عزلت	۶۵
۳۳	علیہیات	۶۹
۳۴	اشاریہ	۷۱

۷۸۶
۹۲

مُقدمہ

جس طرح اردو شاعری کی بنیاد فارسی شاعری پر رکھی گئی اور اس کے نمونوں کو پیش نظر رکھ کر اردو میں بھی تمام اصناف سخن کی تکمیل کی گئی۔ اردو میں تذکرہ نویسی کا رواج بھی فارسی ہی کی تقلید میں ہوا۔ شعرائے فارسی کے جو تذکرے ایران میں تصنیف ہوئے ان سے قطع نظر ہندوستان میں بھی فارسی شاعری کے چرچوں کے ساتھ اس زبان کے شاعروں کے متعدد تذکرے لکھے گئے جب فارسی زبان کو سرکار دربار کی سرپرستی اور مسلمان امرا و علما کی اسلام دوستی یا ایران پسندی کے باوجود ہندوستان میں زوال ہونے لگا اور ہندو مسلمانوں کے باہمی میل جول سے جو زبان عالم وجود میں آئی تھی روز بروز فروغ پانے لگی تو اردو شاعری کا جو پودا سرزمین دکن میں لگایا گیا تھا خوب پھلنے پھولنے لگا۔ اور چند ہی دنوں میں ایسا تناور درخت ہو گیا کہ اس کی شاخیں ہندوستان کے طول و عرض میں پھیل گئیں۔

اردو ادب اور بالخصوص اردو شاعری کو جو ترقی اور وسعت ابتداً دکن میں ہوئی اس کو دیکھتے ہوئے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ دکن میں بہت عرصہ پہلے شعرائے تذکرے لکھنے کا بھی رواج چلا ہوگا۔ عادل شاہی اور قطب شاہی

درباروں میں اردو کی سرپرستی اور بیجاپور، گولکنڈہ اور گجرات میں اردو شاعروں کی قبولیت عامہ کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ ان شاعروں کے کئی تذکرے لکھے جاتے مگر اس وقت تک ایسی معلومات صحت و وثوق کے ساتھ حاصل نہیں ہوئیں اور نہ قدیم ترین اردو شاعروں کے تذکروں کا پتہ چلا ہے۔ اس وقت عام طور پر میر تقی کے "نکات الشعرا" کو اردو کا سب سے پہلا تذکرہ سمجھا جاتا ہے۔ اس تذکرے کا سنہ تالیف خود مولف نے تو کہیں نہیں بتایا مگر اس کا غائر مطالعہ کرنے سے اس کے سنہ تالیف کا تعین ممکن ہے اس کے مختلف بیانات اور دوسرے ذرائع معلومات کے باہمی مقابلے کے بعد یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کی تالیف ۱۱۶۵ھ میں ہوی۔ نکات الشعرا کے علاوہ دوسرا تذکرہ فتح علی گردیزی کا ہے یہ بھی اسی سن میں لکھا گیا ہے ان میں اول الذکر تو کسی ناقص قلمی نسخے سے نقل کرکے انجمن ترقی اردو (اورنگ آباد) نے شایع کردیا ہے اور ثانی الذکر ابھی تک شایع نہیں ہوا اس کا ایک مخطوط کتب خانہ آصفیہ (حیدرآباد) میں موجود ہے ایک تیسرا تذکرہ جو مذکورہ بالا تذکروں کے صرف تین سال بعد تالیف ہوا وہ "مخزن نکات" مولفہ قائم چاندپوری ہے اور دو تذکروں چمنستان شعرا (۱۱۷۵ھ) اور گلزار ابراہیم (۱۱۹۸ھ ہجری) پر بارہویں صدی ختم ہوجاتی ہے۔

بہ حالت موجودہ یہی اردو کے قدیم تذکروں کا ذخیرہ ہے یہ تمام تذکرے جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے بالکل فارسی تذکروں کی تقلید میں لکھے گئے ہیں۔ فارسی کی تقلید کا اثر اس قدر غالب ہے کہ یہ تمام تذکرے اردو شاعری کے ہونے

لہ چمنستان شعرا اور تذکرہ گردیزی کے دیکھنے سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ بعض جگہ حالات شعرا میں اور اکثر جگہ اشعار میں مطبوعہ نسخہ سراسر تحریفوں سے بھرا ہوا ہے ۱۲

کے باوجود فارسی زبان میں لکھے گئے ہیں ان سے اردو شاعری کے آغاز وارتقاء عہد بہ عہد کی تبدیلیوں اور مختلف دوروں کے میلانات وخصوصیات وغیرہ پر کوئی بصیرت افروز روشنی نہیں پڑتی اور وہ تمام چیزیں جو کسی ملک کی شاعری کی تاریخ میں پائی جانی چاہئیں تقریباً مفقود ہیں اکثر وبیشتر صورتوں میں تذکرہ نویسوں نے شاعروں کے نام معمولی حالات زندگی اور پیدائش ووفات کی تاریخیں بھی توجہ اور صحت سے بیان نہیں کیں۔ تذکرہ نویسی کا زیادہ تر مقصد یہ ہوتا تھا کہ مختلف شاعروں کے پسندیدہ کلام اور عمدہ اشعار کا ایک گلدستہ مرتب کردیا جائے۔ بعض قدیم اور اکثر متاخر تذکرہ نویسوں نے بالکل تذکرہ نویسی کے اصل مقصد سے ہٹ کر مختلف شاعروں کے اشعار اپنی بیاض میں نقل کرلیے اور اشعار سے پہلے بطور تعارف چند فقرے شاعر کی نسبت اضافہ کردیے۔ پس اسی کا نام تذکرۃ الشعرا رکھ دیا۔

تذکرے کی ترتیب اکثر حروف ہجا کے سلسلے پر ہوتی ہے۔ بعض نے اس کا بھی لحاظ نہیں رکھا اور بغیر کسی خاص ترتیب کے مختلف مقامات اور مختلف دوروں کے شعرا کا یکے بعد دیگرے حال لکھ دیا ہے۔ مذکورۂ بالا تمام تذکروں میں صرف ایک "مخزن نکات" ایسا تذکرہ ہے جس کے مولف نے سلیقے سے اردو شاعری کے تین دور قرار دئے ہیں اور متقدمین، متوسطین اور متاخرین کے تین طبقے قایم کرکے ہر طبقے کے شعرا کو پیش کرنے سے پہلے اس پر ایک سرسری سا نوٹ بھی تحریر کیا ہے۔ شمس العلما پروفیسر محمد حسین آزاد مرحوم نے اپنے تذکرے "آب حیات" میں بالکل اسی کی نقل کی ہے اور تقریباً قایم چاندپوری کے

نوٹوں کو پھیلا کر اپنے تذکرے کے پہلے تین دوروں کی تمہید مرتب کی ہے۔ تذکروں کے ان نقایص کے باوجود موجودہ حالات میں اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ متعلمین ادبیات اردو انہی کے منتشر بیانوں سے تاریخی اسناد کا کام لیں۔ ان تذکروں کو من وعن شایع کردیا جائے تو ان کے مطالعہ اور باہمی تقابل تطابق سے اردو شاعری کی تاریخ مرتب کرنے میں بڑی مدد مل سکتی ہے۔ تذکرہ نویسوں نے اکثر صورتوں میں شاعروں کے حالات کی بجائے اُن کی مبالغہ آمیز تعریف کی ہے اور کہیں کہیں بے لاگ تنقید اور مقید رائے بھی لکھدی ہے مبالغہ آمیز تعریفوں سے قطع نظر کرکے ایسی رائیوں اور تنقیدوں سے بھی بہت کچھ استفادہ کیا جاسکتا ہے نیز اردو مطابع کی خرابی اور غلط سلط نسخے دیوانوں کی اشاعت نے قدیم شعرائے اردو کے کلام کو جس قدر نقصان پہنچایا ہے اور مشہور اساتذہ کے کلام میں اس وقت جو تحریفیں اور الحاقی اشعار نظر آتے ہیں ان کی صحت و درستی میں بھی ان تذکروں سے بڑی مدد مل سکتی ہے کیونکہ ہمارے تذکرہ نویسوں کا مطمح نظر زیادہ تر اچھے کلام کو جمع کرنا تھا۔

ان صفحات میں جس تذکرے سے روشناس کرایا جارہا ہے وہ اسی سلسلہ کی نہایت اہم کڑی ہے اور موجودہ تذکروں میں جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے سب سے قدیم تذکرے نکات الشعرا اور تذکرۂ فتح علی گردیزی کے ساتھ ۱۱۶۵ھ میں تالیف ہوا ہے[1] اس کا نام گلشن گفتار، مصنف کے اعلیٰ ذوق اور پاکیزہ وجدان کی

---

[1] یہ تذکرہ ہمیں مولوی علی رضا صاحب ماہر شیرازی لکچرار فارسی سٹی کالج کی عنایت سے ملا تھا جس کی نقل لیکر اس کو شایع کیا جارہا ہے ۱۲

زبان حال سے تعریف کر رہا ہے داخلی شہادتوں کے علاوہ اس کے سن تالیف کی توثیق ذیل کے قطعۂ تاریخ سے جو مولف کے دیباچے میں مندرج ہے بخیر شبہ طور پر ہوتی ہے۔

لکھا ہم نے جب تذکرے کو حمید ہوا خوش جسے فہم اشعار ہے
تلاش اس کی تاریخ کی کر کے دل "کہا گلشن بزم گفتار ہے"

دادین کی عبارت سے بحساب جمل (۱۱۶۵) بر آمد ہوتے ہیں۔

صاحب تذکرہ نے نہ تو اپنا حال لکھا ہے اور نہ اپنے کلام کا انتخاب پیش کیا ہے، ہمیں دوسرے ذرایع سے بھی اس کا حال نہ معلوم ہو سکا۔ گلشن گفتار کے دیباچے اور متن کے بعض حصوں میں ضمناً اس نے اپنا جو ذکر کیا ہے اس سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نام خواجہ خاں اور تخلص حمید ہے۔ باپ کا نام ترکتاز خاں قوی جنگ اور دادا کا یکہ تاز خاں تھا وہ عارف الدین خاں عاجز کا تربیت یافتہ اور شاگرد ہے ان کے فارسی اور اردو دیوان اسی نے مرتب کیے تھے اور اس کا ذوق شاعری بالکل عاجز کا مرہون منت ہے خود اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"ازانجا کہ ایں احقر با ایشان (عارف الدین خاں عاجز) محبت تمام دارد و ہم سخن گوئی بہ برکت فیض ایشاں۔ اکثر قصاید بے نقط وغیرہ معہ غزلیات دیوان ترتیب دادہ و اشعار متفرقہ ہندی نیز بہ دستور معروف جمع نمودہ دیوان ہندی ایشاں مرتب ساختہ"

جہاں تک داخلی شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے خواجہ خاں حمید اورنگ آباد کا باشندہ تھا اور وہاں کے کسی امیر خاندان سے تعلق رکھتا تھا

عاجز کے ذکر سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے کہ جب وہ اورنگ آباد خجستہ بنیاد میں اقامت گزیں ہوئے ان سے اس کی راہ و رسم پیدا ہوئی علاوہ ازیں برہان پور کے ایک شاعر مرزا ابدال بیگ سے اپنے تعلقات بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "از نجبائے ولایت، باشندۂ برہان پور واز مدتے در رفاقت احقر ہستند" اسی طرح عبدالولی عزلت کے ذکر میں لکھتا ہے کہ "درایام آصف جاہ نظام الملک بہ خجستہ بنیاد آمدہ" اس کا یہ طرز تحریر اس کے اورنگ آبادی ہونے کے ثبوت میں پیش کیا جا سکتا ہے اس سے زیادہ ہمارے ذرائع معلومات سے اس کے حالات پر کوئی روشنی نہیں پڑتی۔ دیباچے کے قطعہ تاریخ اور چند ادبیات حمد و نعت (جن میں بعض دوسرے مشہور شاعروں کے بھی ہیں) کے سوا سارے تذکرے میں صرف ایک جگہ "از ریختہ احقر خواجہ خاں"، کہہ کر یہ شعر لکھا ہے:۔

زلف خم ہو کے لٹک جہان کے سب کان میں رات
مو بمو کھول کہے حال پریشان میرا

دیباچے ہی میں "تعریف تالیف"، کے ایک ذیلی عنوان سے شعر و سخن کی تعریف کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ وہ بچپن سے شعر کا شیدائی تھا جب کبھی دنیا کے مکروہات سے تھوڑی سی فرصت مل جاتی شعرائے سلف کے کلام کے مطالعہ سے خوش دل ہوتا

اور اکثر و بیشتر اپنے دل و دماغ کو شاعرانہ ماحول میں
رکھتا اسی ذوق سخن نے اسے تذکرہ نویسی پر ابھارا۔ فارسی کے سخن طرازوں
کے متعدد تذکرے موجود تھے اور اس موضوع پر قلم اٹھانا تحصیل حاصل تھا
اس لیے اردو شاعروں کا تذکرہ لکھنے کا ارادہ کیا اس کے طرز بیان سے صاف
طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک کسی نے اردو شاعروں کا تذکرہ لکھنے
پر توجہ نہیں کی وہ اپنے تذکرے کو اردو شعرا کا پہلا تذکرہ بتاتا ہے وہ میر تقی
اور فتح علی گردیزی کے تذکروں سے قطعاً بے خبر ہے اور یہ کوئی تعجب کی
بات نہیں۔ اس زمانہ میں ایک سن کی دو تصنیفوں کے مصنفوں کا بروقت
ایک دوسرے سے واقف ہونا محال نہیں تو بعید مشکل ضرور تھا۔ وہ میر تقی
کی تذکرہ نویسی سے قطع نظر ان کی شاعری سے بھی بالکل ناواقف ہے۔ غالباً
اس زمانہ (۱۱۶۵ھ) میں میر تقی کی شاعری کے اصلی جوہر چمکے نہیں تھے انھیں
دلی اور اس کے قرب جوار کے مقامات کے سوا دکن اور ہندوستان کے
دوسرے صوبوں میں ابھی کوئی شہرت حاصل نہیں ہوئی تھی۔

گلشن گفتار اگرچہ بہت مختصر تذکرہ ہے اور اس کے ہمعصر تذکروں کے
مقابلہ میں اس کی فہرست مندرجات میں تیس سے زیادہ شاعروں کے نام
نہیں لیکن اپنے زمانہ تصنیف اور بعض خاص اطلاعات کی بنا پر نہایت اہم
اور مفید ہے اس کے تیس شاعروں میں سے سترہ دکن کے شاعر بتائے گئے ہیں
ایک کے متعلق ہمیں شبہ ہے اور سولہ بلاشک و شبہ خاص دکن کے شاعر ہیں
ان میں بعض تو ایسے ہیں جن کے ذکر سے دوسرے تمام تذکرے خالی ہیں دہلی

اور اس کے مضافات کے جو شاعر اس تذکرہ میں پیش کیے گئے ہیں وہ اردو کے ابتدائی شاعر ہیں اور آب حیات کے دور دوم و سوم سے تعلق رکھتے ہیں

قدیم شعرائے دکن کی نسبت اول تو موجودہ تذکروں میں بہت ہی کم مواد ملتا ہے کیونکہ ان کے مصنف اکثر شمالی ہند کے باشندے ہیں اور وہ شعرائے دکن کے حالات و کمالات شاعری سے تقریباً بے خبر ہیں۔ صرف ایک چمنستان شعرا کے سوا جس کا مصنف اورنگ آباد کا باشندہ تھا، میر تقی فتح علی گردیزی اور قایم چاندپوری کی اس خصوص میں تمام تر معلومات سید عبد الولی عزلت کی بیاض اور چند زبانی روایتوں پر منحصر ہیں۔

جس وقت میر تقی اور فتح علی گردیزی اپنے تذکرے تالیف کر رہے تھے سید عبد الولی عزلت بہ سلسلہ سیاحت دہلی میں وارد تھے اور اپنے شاعرانہ ذوق کی وجہ سے باوجود اجنبی ہونے کے دہلی کے مشاعروں وغیرہ میں برابر شریک ہوتے تھے اور وہاں کے شعر گویوں میں بڑی ہر دلعزیزی حاصل کرلی تھی۔ میر تقی نے تو بالکل انکی بیاض کے متفرق اشعار اپنے تذکرے میں نقل کرلیے ہیں اور ان متفرق اشعار کا اپنے عہد کے شاعروں کے کلام سے مقابلہ کر کے تحقیق و تجسس کی زحمت اٹھائے بغیر یہ رائے دیدی کہ

"اگرچہ ریختہ در دکن است چوں از انجا یک شاعر مربوط برنخواستہ لہذا شروع بنام اوہا نہ کردہ"

شعرائے دکن کی نسبت تذکروں کی ناقص معلومات کے مدنظر گلشن گفتار کی اطلاعات اس لحاظ سے کہ اس کا مؤلف خود دکن کا باشندہ تھا اور اکثر

دکنی شاعروں سے شخصی طور پر واقف تھا زیادہ مستند و معتبر ہیں۔ جن دکنی
شاعروں کا ذکر دوسرے تذکروں میں قطعاً مفقود ہے ان کے متعلق اس
تذکرے کے بیانات سے اہل تحقیق کو بڑی مدد مل سکتی ہے۔ چنانچہ عادل شاہی
دربار کے ملک الشعرا ملا نصرتی کا چمنستان شعرا کے سوا کسی اور تذکرے میں
ذکر نہیں۔ گلشن گفتار سے یہ اطلاع حاصل ہوتی ہے کہ وہ مدبالت ہندی
(گلشن عشق) کا مصنف تھا اور دربار شاہی سے اس کو ملک الشعرا کا خطاب
ملا تھا۔ ولی اورنگ آبادی کے ذکر سے قدیم اور جدید کوئی تذکرہ خالی نہیں
مگر تقریباً ہر ایک دوسرے سے کسی نہ کسی بات میں اختلاف رکھتا ہے۔ باوجود
اس کثرت معلومات کے اب تک ولی کی نسبت بہت سی باتیں حل طلب ہیں
کلیات ولی کے فاضل مرتب مولوی احسن مارہروی نے بڑی تلاش و جستجو
کے ساتھ دیوان ولی کے متعدد نسخوں کے مطالعہ اور مقابلہ اور کم و بیش تمام
مطبوعہ اور بعض غیر مطبوعہ تذکروں کے بیانات پر محققانہ نظر ڈال کر جو کلام
اس کے نام سے منسوب کیا ہے اور جو حالات اس کے بیان کیے ہیں۔ دونوں
میں بہت سے شبہات پیدا ہوئے ہیں اور بعد میں مختلف اصحاب نے جو
تحقیقاتیں کی ہیں ان سے بہت سی نئی معلومات حاصل ہو رہی ہیں۔ اب بھی
بھی کئی چیزوں کو بالکل منفصلہ اور مسلمہ نہیں سمجھا جا سکتا۔ ولی کے نام کے متعلق
تذکروں میں شدت سے اختلاف ہے بعض صاحبان تذکرہ نے اس کا نام
ولی اللہ بتایا ہے۔ بعض نے شمس الدین ولی اللہ۔ چمنستان شعرا میں محمد ولی
لکھا ہے اور گلشن گفتار میں ولی محمد۔ یہی دو نام موجودہ تحقیقات میں زیادہ

قرین قیاس تسلیم کیے گئے ہیں۔ گلشن گفتار میں بعض اور تذکروں کی طرح ولی کو احمد آبادی لکھا ہے مگر یہ تحقیق کے ساتھ معلوم ہے کہ وہ اورنگ آبادی تھا ولی نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ گجرات ہی میں بسر کیا۔ وہ احمد آباد میں توطن اختیار کر چکا تھا اور اس کا انتقال بھی وہیں ہوا۔ اپنے اشعار میں اکثر جگہ گجرات کا اس شیفتگی کے ساتھ ذکر کرتا ہے کہ گویا وہ اس کا اصلی وطن تھا کسی سفر میں ایک مثنوی تمام و کمال سورت گجرات کے فراق میں لکھی ہے جسکے ایک ایک شعر سے اس شہر کے ساتھ اس کی محبت ظاہر ہوتی ہے غالباً اس بنا پر گلشن گفتار اور دوسرے تذکروں کے مولفوں نے اس کو احمد آبادی اور گجراتی سمجھ لیا ہے۔ ولی کے متعلق ایک خاص اطلاع جس کا کسی اور تذکرے میں بالکل ذکر نہیں یہ ہے کہ اس نے ایک عرصہ تک برہان پور میں بھی قیام کیا تھا ولی کی طالب علمانہ زندگی پیرزادہ سید معالی کے ساتھ اس کی دوستی محبت اور عمر طبعی کو پہنچکر گجرات میں انتقال کرنے کے واقعات بھی موجود ہیں

ولی کے ہمعصر اور بالخصوص اس کے ہم مجلس شعرا کا ذکر کسی تذکرہ میں بھی نہیں، "گلشن گفتار" میں اس کے دو شاگردوں کا حال درج ہے اور یہ ایک بالکل نئی اطلاع ہے ولی نے اپنے اشعار میں بعض دوسرے شاعروں کے تخلص کے اظہار کے ساتھ کبھی کبھی ان کے شعروں کی تضمین بھی کی ہے اور اس بنا پر بعض شاعروں کو صاحبان تذکرہ نے اس کے معاصرین بتایا ہے۔

چنانچہ ولی نے ایک جگہ اشرف کے ایک مصرع پر تضمین کی ہے ؎

اشرف کا یہ مصرع ولی مجھ کو ہے عجب — الفت ہے دل و جان کو مرے یم نگہ سوں

چمنستان شعرا کے مولف نے اس کو نقل کر کے محض قیاساً لکھدیا ہے کہ "اشرف از معاصران ولی است چنانچہ ولی جائے مصرع اور تضمین می نماید"
گلشن گفتار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشرف گجرات کا باشندہ اور ولی کا شاگرد تھا اس کا کلام نواح گجرات میں بہت مقبول تھا۔ بڑا رنگین طبع شاعر تھا۔
اس کا دیوان مدون ہو چکا ہے ولی کا دوسرا شاگرد محمد رضی رضیؔ ہے۔ یہ بھی گجراتی اور احمد آباد کا باشندہ ہے۔ اشرف اور ولی دونوں ایک ساتھ مشق سخن کیا کرتے تھے اور اکثر ایک ہی زمین میں طبع آزمائی کی ہے۔ بطور نمونہ دونوں کا جو کلام اس تذکرے میں نقل کیا گیا ہے وہ بھی ہم طرح غزلیں ہیں غالباً ولی کی کلیات میں بھی ایک غزل اسی زمین میں ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ غزلیں کسی مشاعرے میں پڑھی گئی تھیں یا اپنے استاد کی تقلید میں دونوں شاگردوں نے بھی اسی زمین میں طبع آزمائی کی ہے۔
ڈاکٹر سید محی الدین زور قادری ایم اے پی ایچ ڈی (لندن) کو معہ ہما اڈنبرا کے کتب خانہ میں دکھنی مرثیوں کا ایک بڑا مجموعہ ملا ہے اس پر آپ نے جو محققانہ مقالہ تحریر کیا ہے وہ رسالہ اردو سنہ ۳۵ میں شایع ہو گیا ہے۔ آپکی تحقیقات میں اشرف اور رضی دونوں کے مرثیے بھی معلوم ہوئے ہیں۔
اشرف کے تیرہ مرثیے ہیں اور کل اشعار کی تعداد (۳۵۱) ہے (۱۹) شعر کا ایک فارسی مرثیہ بھی ہے۔ ڈاکٹر زور قادری نے ان مرثیوں کا مطالعہ کر کے یہ رائے لکھی ہے کہ اڈنبرا کے مجموعہ مراثی میں جن شاعروں کے مرثیے پائے جاتے ہیں اشرف اول درجہ کے مرثیہ گویوں میں شمار ہونے کا مستحق ہے۔ معلوم

ہوتا ہے کہ اس کی مرثیہ گوئی کا سارے دکن میں شہرہ تھا۔ ایک جگہ کہتا ہے:-

کہیا ہوں بے بدل یو مرثیہ جب سوا ماموں کا
ہوا مشتاق ہر اک شاعر ملک دکن میرا

رضی کے بھی اس مجموعے میں (۱۹) مرثیے ہیں جن کے اشعار کی مقدار (۸۷) ہے۔ رضی نے اپنے مرثیوں میں خواجہ حافظ شیرازی کی بعض غزلوں کو تضمین بھی کیا ہے اس کے بعض مرثیے غزل کی وتتبع کے ہیں۔ مرثیوں میں غزلیت کا انداز بتاتا ہے کہ وہ ضرور ایک غزل گو شاعر تھا۔

ہمارے پاس ابھی اس بات کے تسلیم کرنے کا کوئی قطعی ثبوت نہیں کہ یہ اشرف اور رضی بلاشبہ وہی ہیں جو ولی اورنگ آبادی کے شاگرد تھے کیونکہ محولہ بالا مجموعہ میں کوئی تاریخی شہادت ایسی نہیں کہ ان کے زمانہ حیات کا تعین کیا جاسکے یا ان کے حالات اور مقام سکونت وغیرہ کا پتہ چل سکے گجرات میں بھی زمانہ قدیم سے گولکنڈہ اور بیجاپور کی طرح غزل، قصیدہ، مثنوی کے ساتھ مرثیہ گوئی کا رواج تھا خود ولی سے بھی چند مرثیے منسوب ہیں ان حالات میں اس کا قوی امکان ہے کہ یہ مرثیہ گو اشرف اور رضی وہی ہیں جو ولی کے شاگرد تھے۔

ایسے دکنی شاعروں میں جو کسی اور تذکرے میں مذکور نہیں چار شاعر (۱) سید اعظم اعظم (۲) میر محمد قایم قایم (۳) میر محمد کامل کامل اور (۴) مرزا ابدال بیگ ابدال برہان پور کے ہیں۔ برہانپور اورنگ آباد سے قریب کسی زمانہ میں اردو شاعری کا ایک مرکز رہ چکا ہے۔ اس وقت تک

یہاں کی بزم شعراء کا کوئی علم نہیں۔ صرف اس تذکرے میں ان چار قدیم شاعروں کے ذکر سے گمان ہوتا ہے کہ اس مقام کا بھی اردو شاعری کی نشو ونما میں کوئی حصہ ہے۔ برہان پور کے ان شاعروں میں کامل بڑا مرثیہ گو و قصیدہ گو تھا جامعہ اڈنبرا کے کتب خانہ میں قایم نے بھی تین مرثیے ہیں جنمیں کل (۹۷) ابیات ہیں۔ ڈاکٹر زور قادری کا بیان ہے کہ تینوں مرثیے اچھے ہیں اور شہادت کے تفصیلی واقعات بیان کرنے میں میر انیس کی طرح اس نے بھی مکالمے کی طرز اختیار کی ہے۔ ممکن ہے کہ یہی قایم برہان پوری ہو۔ ایلچ پور یا ایرج پور (برار) کے دو شاعروں رسا اور وفا کا بھی اس تذکرے میں ذکر ہے اول الذکر کسی اور تذکرے میں مذکور نہیں وہ بالا پور متصل ایلچ پور میں رہتا تھا وہیں اس نے انتقال کیا اور اس کا مزار بھی اسی مقام پر ہے اس کا دیوان مرتب ہو گیا تھا۔ آخر الذکر کا ذکر چمنستان شعرا میں برائے نام اور تحفۃ الشعرا مولفہ افضل بیگ قاقشال میں ذرا تفصیل سے ملتا ہے۔ گلشن گفتار اور تحفۃ الشعرا کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نام آقا امین یا آقا محمد امین ہے۔ اس کے والد کا نام حکیم محمد نقی خاں تھا۔ اور وہ امیر الامرا سید حسین علیخاں کی صوبہ داری کے زمانہ میں امارت کو پہنچ کر انتقال کر گئے۔ امین نے باپ کے مرنے کے بعد بجائے منصب و جاگیر کے ... تک وہ دو کرنے کے جو کچھ یومیہ مقرر ہو گیا اسی پر قناعت کر کے ایلچ پور میں مستقلاً اقامت اختیار کی۔ وہ عربی زبان کے علاوہ حدیث و فقہ میں بھی مہارت رکھتا تھا۔ نظم و نثر دونوں کی تحریر پر قادر تھا۔

اس تذکرے میں ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ اکثر شاعروں کی ایک یا دو غزلیں تمام و کمال پیش کی گئی ہیں۔ دوسرے تذکروں کی طرح صرف متفرق اشعار نہیں لیے گئے۔ بعض شاعروں کے ذکر میں انکی مثنویاں مخمس وغیرہ مسلسل کلام بھی ملتا ہے۔ دوسرے تذکروں میں مسلسل کلام کو شاذ ہی انتخاب کیا گیا ہے۔ حاتم کے ذکر میں غزلوں کے علاوہ حقہ پر ایک مثنوی پوری نقل کی ہے جو کسی اور تذکرے میں نہیں ملتی۔

متعلمین ادب کی سہولت اور شعرا کے سوانح حیات کا تمام ممکنہ مواد یکجا فراہم کرنے کے لیے ہم نے ہر شاعر کی ضمن میں نکات الشعرا، تذکرہ فتح علی گردیزی، مخزن نکات، چمنستان شعرا، گلزار ابراہیم اور تحفتہ الشعرا میں جو معلومات درج ہیں انھیں نقل کر دیا ہے۔ تذکرۂ فتح علی گردیزی تحفتہ الشعرا اور گلزار ابراہیم تینوں غیر مطبوعہ ہیں اور اب تک ان کی اطلاعات عام نہیں ہوئیں۔ عزلت کے ذکر میں علامہ آزاد بلگرامی کے تذکرہ سرو آزاد کا بیان بھی نقل کر دیا گیا ہے۔ ان بیانات کے باہمی مقابلہ سے ناظرین اندازہ لگائیںگے کہ ہر شاعر کے متعلق ایسی معلومات بہ آسانی حاصل ہوتی ہیں جن پر کوئی ایک تذکرہ پورے طور سے روشنی نہیں ڈال سکتا اس سے بہت سے ابہام اور شبہات جو انفرادی طور پر تذکروں میں پائے جاتے ہیں ان کا بھی انقطاع ہو جاتا ہے فقط

۳۰ بہمن ۱۳۳۹ف
گھانسی بازار حیدرآباد دکن

سید محمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

محمدت ایزدے کہ زبان فصحائے عالی فطرت والا خبرت بتقریر شمہ آں عاجز و قاصر و مکرمت الٰہی کہ بہ بہترین امثال شامل حال سودا مزاجان شیدا طینت ظاہر و باہر چہ نیر وئے خامہ بریدہ زباں کہ بتحریر نقطہ آں حرف جرات زند و چہ یارائے لسان ناقص البیان کہ باداے شکرش سخنی زسر عزت گوید عزلت نشینان گوشہ سخنوری و دانائی بذکر مراتب بیانش مقر قصور و نادانی و آزاد صفتان کوے معرفت و بینائی بدریافت صفات استغنایش حیرت افزائے آئینہ حیرانی بذہے جناب والایش کہ ہیچ فکر رسا و طبع بینا تصور نتواں نمود و خہے صفات کبریایش کہ ہرگز بہ افکار موزوں و اذکار بلند مضمون بہ ادائے حرف آں لب نتواں کشود ہر کہ دریں راہ خاک عجز و انکسار تبارک زد ابرو یافت و کسی کہ محاذی وجود و اجبش خود را محو فنا دید جان جاناں گردید

رباعی

ذاتش ز کمال اہل عرفاں بیروں　　وصفش ز قیاس جن و انساں بیروں

نیست مرحلہ ہیچکس بمنزل نہ رسید ‎ ‎ بگذار قدم ازیں بیابان بیرون

نعت محمدؐ ے کہ مستوجب سعادات سرمدی وماورائے طاقت بشریت

چگونہ بذکر آں عنوان کلام را رونق افزائیم کہ مقدسان ملاء اعلیٰ بادراک اوئے

مرتبہ صفاتش متحیر وحاری ومعاشر الانبیا والرسل علیہم السلام بنارسائی کماہی حقیقت

نعوت والایش بہ کمال خجالت وشرمساری یسلطانے کہ حاتم زلہ ربائے خوان

احسان اوست خسروے کہ از ذروۂ عرش بریں تا حضیض زمین تمام مطیع

فرمان سراج وہاج دین متینش قصرنۂ رواق طارم را نور آگیں ساختہ وقاسم

انوار شریعت غرائش محافل دلہائے اہل تقوی رامنور گردانیدہ داود بہ حلقہ

زرہ بافان سرکار اوست وسلیمان بزمرۂ عصابرداران دربار اوکیسکہ مدام

جویائی نور شفاعت اوست نیکوست وہرکہ بے وسیلہ محبتش طالب سعادت

برکات سرمدست بدست ولی ازلی بے اجازت او اگر حرفی بزبان آرد واجب

التعذیر گردد وفراقی محبت حقیقی بے شرائع او اگر ہوی کشد مستوجب تشہیر شود

واناآئے کہ مہذب بہ کمال فراست وفرہنگ است بہ جناب مستطاب اصحاب

والایش یکرووبکرنگ است ‎ ‎ مثنوی

شہی درلشکری سردار عالم ‎ ‎ فروغ شمع دیں نور مجسم

بہ ظاہر مظہر نور الٰہی ‎ ‎ بہ باطن زدوست از مہ تا بماہی

منور ساز کاخ لامکانی ‎ ‎ چراغ دودمان انس وجانی

سپہر پیمائے چرخ لاجوردی ‎ ‎ بہ رفرف زدوستہ دم از نیابیہردی

محمدؐ شمع وطاؤس است آفاق ‎ ‎ وجہ دیکش نور وقندیل است زدائفا

بدل داغ تولائش تمنا است | تنم را درد او عین مداوا است
بران بخشندهٔ ارباب حاجات | ز من ایزد رساند صد تحیات

تعریف تالیف

بر خاطر قدسی مظاهر صائب فکرتان گلشن طبیعت اظهر و انور راست که اولیائے عظام و علمائے ذوی الافهام و شعرائے افصح الکلام هیچکس از ذکر شعر و سخن زبان نه بسته و شخصی به اهانت و مذمت این فن لب نکشوده همواره به این دریائے گهر آثار آشنا بوده لالی ابدار اشعار از بطن صاف صدف دلها بگوش هوش ارباب ذکا رسانیده اگر بایزید بسطامیست باین کمال مشهور و نامیست و اگر ابراهیم ادهم است تیغش ازاین آب دو دم است اگر بهار الدین عاملیست قطعه سخنش جلیست و اگر حافظ شیراز است ابواب معانی به خاطرش باز است۔ بیت

در تن خاکی ما این سرو سامان سخن است | دل سخن دیده سخن سینه سخن جان سخن است

لهذا من جرعه چش صهبائے سخن مغنی سنجان خواجه خان بن ترکتاز خان بهادر قوی جنگ بن یکه تاز خان غفر الله لهما مسمی به تخلص حمید نیز به احیائے سخن سلف مدام به جام سخنوری مست و سرشار بوده و به افکار زمانهٔ ناهنجار بیزار گردیده ذکر اشعار رنگین فکرتان معانی ارایان غنیمت می دانم و فکر سخندانان هوش بخش مسرت افزا غنیمت می شمارم لیکن از فیض سخن شوکتها یافته [illegible] خاطر را نزهت بخشیدم دل را از افکار علائق عقبی ساختم و طبیعت را از کشاکش خلائق بے نیاز گردانیدم خواستم که شغلی پیش گیرم و تذکرة الشعرا

نویسم لیکن چوں عبارت ارایان معنے طراز اکثر تذکرہ الشعرای فارسیہ بضبط تحریر در آوردہ اند تالیف آں تحصیل حاصل می انجامد بنابرایں تذکرۃ الشعرائے ہندیہ ترتیب دادم و بہ مضامین تازہ دلہا را گلشن گلشن ساختم و نامش گلشن گفتار نہادم۔

لکھا ہم نے جب تذکرے کو حمید ہوا خوش جسے فہم اشعار ہے
تلاش اس کی تاریخ کی کرکے دل کہا "گلشن بزم گفتار ہے" ۱۱۶۵

بیت

نوشتم بسکہ از نوک قلم اشعار رنگیں را نہالی رنگ گل گردید و کاغذ ارغوانی شد

ہر حرفی کہ درو مندرج گشتہ نوکش ناخن زن سینہائے خیال است و دامن اش گرد افشاں چہرہ ہلال و ہر بیت کہ دراں منضبط گردیدہ روشن مضمونی تجلی افروز شعلہ طور است و بیاں شجرۂ طیبہ پر نور ہر مصرعش عصائے موسی است و ہر صفحہ قرطاسش چوں ید بیضا اگر فرد انتخابی آنرا مسیحا بہ خاطر آورد و از خورشید بر و نقطہ انتخاب گزارد یک بیت مثنویش اگر حاتم تصور نمودے بر رونمائی آں صد ہزار بدرہ گوہر ایثار کشودے ریختہ ہائے بلند مضامینش از طارم بریں آب گوہرہائے پروین بزمین ریختہ و مانند شکیں ریاحیں بقصر نور در آویختہ و ہم ہر سطرش [illegible] را اسیر میسازد و ورق ہر سخنش در دلہا تاثیر میکند مثنوی

ہر ورقش صفحہ نورانی است ہر سخنش لعل بدخشانی است
مثنویش بسکہ پر از گوہر است مصرع ہر بیت چو سلک در است
چرخ کہ گوہر بجود آویختہ بر سر ہر ریختہ اش ریختہ

تازه معانی که به الہام یافت　　ہر سخن آرا ہمہ ایہام یافت
لطف دگر ہست بدو تضمین　　دوست تراست اہل سخن را زصین
منکہ دریں نہ چمن سبز فام　　گشتہ ام ایں شاخ زنخل کلام
برگ بہارش ہمہ فردوسی است　　در قدمش حور بپا بوسی است
دارم امید از کرم کبریا　　کاں رطبی آرد و ماند بجا

حاتم - اسم با مسمیٰ که احوال و اشعارش در وسط کتاب که خیر الامور اوسطہا واقع است انشاء اللہ تعالیٰ مذکور خواہد شد بالفعل فقط بہ پاس حمد الٰہی و نعت جناب ختم المرسلین حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم و منقبت ائمہ معصومین المطہرین علیہم السلام ابیات چند آں سعادت مند قبول از اقوال شعرائے متقدمین مرقوم قلم می گردد۔

مثنوی -

الٰہی داغ سیں دل کو جلا دے　　برہ[۱] کی آگ مجھ تن میں لگا دے
جلا جیوں پھلجھڑی مجھ ناتواں کو　　شرر لبریز کر ہر استخواں کو
فنا کر عشق میں یہ جان بے تاب　　کہ جیوں آتش میں گھٹ جاتا ہے سیماب
رہے منظور اک معشوق کی ذات　　بطوف کعبہ و سیر خرابات
بہ آب مئے نہانا آرزو ہے　　نماز بے خودی کا یہ وضو ہے
پڑے ہیں زخم عتابی کے ناسور　　بآب تاک دہو مجھ دل کے انگور
کہ ہو ست آپ سیں یکبار جاؤں　　پیمبر کی صفت کرنے کو دھاؤں
محمد صاحب ایجاد و ایماں　　کہ جس کی شان میں آیا ہے قرآں
سرو سردار جگ کے سروروں کا　　جماعت دار سب پیغمبروں کا

۱؎ جدائی

رکھے ہیں جس کے دروازے پہ موسیٰ
سعادت جان دربانی کا عاما[1]

مسیحا ناک گھس تجہ آستاں پر
دماغ اپنا چڑھایا آسماں پہ

گئے سب انبیا اس آرزو میں
ردا اس رنگ کی کملی کسو میں

اوتر سدرہ سیتی ہر پیر جبرئیل
کیا علم حقیقت خوب تحصیل

سریر سرور یا با سلیماں
چلا جن و پری پر اس کا فرماں

وہی تھا نور تیرا سات اس کے
انگوٹھی نام کو بھی ہات اس کے

سلایا خاک میں اعدائے دیں کو
جگایا دین ختم المرسلین کو

نہ اس کے ہات سیف دو زباں ہے
شجاعت اور تہور تو عیاں ہے

نبیؐ بوجھ اُس کا دوش اوپر سنبھالا
ہوا رتبہ امامت کا دو بالا

نلا خیبر اٹھا ہیگا تر اشور
ید اللہ نے دکھایا معجزا زور

قلا گھر توڑ کر ڈالی لڑائی
ہزیمت کافراں خندق پہ کھائی

قضا کے راج کی صنعت گری دیکھ
نبیؐ کے گھر کی یہ بارہ دری دیکھ

خدا کے نور کا مت کر سمندر
یہی چودہ رتن کاڑے ہیں باہر

اگر فہمیدہ حکمت آشنا ہے
اسی نسخے میں چودہ بدیا ہے۔

نبی کی آل پر سیں وار جانا
اسی بارہ ٹِکلے سیں پا رجانا

نصرتی

دکھنی، متوطن بیجاپور موسوم بہ تخلص نصرتی کہ نسخہ مدمالت بہ زبان ہندوی بہ نزاکت تمام و مضامین پر سر انجام ترتیب دادہ۔ چنانچہ از بادشاہی

---

[1] عمامہ قطع

خطاب ملک الشعرائی یافتہ در تعریف زلف و دست خوب از ریختہ اوست ؎

جب سے چھپایا تونے تری زلف کی گری[۱] — تب سیں نوی کی پک[۲] نہی اپنی رہٹ[۳] پڑی
وو ناتیاں کا ہار نہ تھا ناف کے اوپر — زمزم کی جیوں کو[۴] لگی تھی رہٹ[۳] کھڑی

از ریختہ احقر خواجہ خاں ؎

زلف خم ہو کے لٹک جان کے سب کان میں آت — مو بمو کھول کہے حال پریشاں میرا

و از نصرتی در تعریف مدمالتی از قصہ مذکور است

اتنے[۵] نرم و نازک رنگیلی کے پانوں — اٹھے جیب پر نقش لینے میں[۶] پانوں

۱؎ پیچ ۲؎ ؟ ۳؎ گرہ ۴؎ ؟ ۵؎ کنواں ۶؎ چرخی ۷؎ اتنے ۸؎ زبان ۹؎ نام

شاعرے بود فصیح البیان و از زمرۂ دکن زبانان شیریں زبان با حاکم کرناٹک قرابت قریبہ داشت و ہرچہ پیدا می کرد نصف آں برائے خرچ فقرا می گماشت۔ اشعار او اکثر مضامین تازہ دارد و معنی بیگانہ را بہ الفاظ آشنا می سازد۔ اگرچہ الفاظش بطور دکھنیاں بر زبانہا گراں می آید اما خالی از لطف و لذتے نیست نقلیست کہ روزے شاہ میر نام فقیرے نزد نصرتی آمدہ سوال کرد نصرتی چیزے باو داد۔ فقیر پرسید کہ شعرے از اشعار خود بخوان۔ نصرتی ایں بیت را کہ ہماں نزد بہ فکر آوردہ بود خواند ؎

نہ بولا ہے نہ بولے گا کدی کو — زمیں کی زلف میں بولا ندی کو

فقیر بداہتہ بجواب او خواند ؎

نہیں ظاہر کیے جیتی ہوے کو — زمیں کی (....) بولا ہوا کو سے کو

نصرتی ہم برآمد و شاہ میرزا تا سہ روز بہ چاہ آویخت۔

(چمنستان شعرا صفحہ ۳۲۲)

(۲) ولی

ولی - ولی محمد- احمد آبادی- عجب فکر رسائے داشت و دیوان دلچسپ رنگینے طرح نمودہ - اکثر اوقات خود در طلب علم گزرانیدہ - در بلدہ دارالسرور برہان پور نیز مدتے سکونت داشت و بجانب میاں سید معالی کہ از مشایخ زادہ ہائے گجرات بود ند میل تمام داشت دیوان مشہور و معروف دارد - آخر عمر در گجرات وفات نمود ریختہ -

---

۱- ولی شاعر ریختہ از خاک اورنگ آباد است - می گویند کہ در شاہ جہاں آباد دہلی نیز آمدہ بود - بخدمت میاں گلشن صاحب رفت - و از اشعار خود پارۂ خواند - میاں صاحب فرمود این ہمہ مضامین فارسی کہ بیکار افتادہ اند در ریختہ خود بکار ببر از تو کہ محاسبہ خواہد گرفت ادکمال شہرت احتیاج تعریف ندارد و احوالش کما ینبغی معلوم من نیست (نکات الشعرا صد ۹۲)

۲ - ولی مظہر کمالات خفی وجلی محمد ولی نام در دکن چہرۂ ہستی افروختہ و زبدۂ شعور دولت معنی اندوختہ کمان پر زور سخن را بہ نیروئے فکرت کشیدہ و ناوک اندیشہ اش بہ ہدف معنی رسیدہ - ہر چند اشعار آبدارش زیب صفحہ لیل و نہار است و گوشوارہ سوامع سخن سرایان روزگار لیکن بنا بر المرلم (؟) بہ تحریر بیتے چند بہ ایجاز و اختصار پرداخت
(تذکرۂ فتح علی گردیزی قلمی)

۳- شاہ ولی اللہ ولی تخلص شاعرے است مشہور مولدش گجرات است گویند بہ نسبت فرزند شاہ وجیہہ الدین گجراتی کہ از اولیاے مشاہیر است افتخار ہا داشت در سن چہل و چہار از جلوس عالمگیر بادشاہ ہمراہ میر ابوالمعالی نام سید پسرے کہ دلش

خوبیِ اعجازِ حسنِ یار اگر انشا کروں — بے تکلف صفحۂ کاغذ ید بیضا کروں
جیوں نسیم اب لگ پیارے جی مجھے حاصل نہیں — کس طرح اس غنچہ بند قبا کو وا کروں

زربقیہ او بود بجہاں آباد آمد۔ گاہ گاہ بزبان فارسی دو سہ بیت در وصف خط و خالش می گفت چوں در آنجا بہ سعادت ملازمت حضرت شاہ گلشن قدس سرہٗ مستعد بہ گفتن شعر بہ زبان ریختہ امر فرمود و ایں مطلع نغز موزوں کردہ حوالہ او نمودند۔

خوبیِ اعجاز حسن یار گر انشا کروں — بے تکلف صفحۂ کاغذ ید بیضا کروں

بالجملہ بہ ہمیں تقول زبان ایشان سخن ایں بابا چناں حسن قبول یافت کہ ہر بیت دیوانش روشن تراز مطلع آفتاب گردیدہ در ریختہ راقمے (د ؟) بہ فصاحت و بلاغت می گفت کہ اکثر استادان آں وقت زراہ ہوش شعر ریختہ موزوں می نمودند۔

(مخزن نکات ص ۱۰)

(۴) محمد ولی ولی تخلص شاعر والا اقتدار و سخن سنج شیریں گفتار است۔ رتبۂ سخن ریختہ در زمانش باوج کمال رسیدہ و بازار ایں زبان آمیختہ در دور او گرم گردیدہ۔ اگرچہ در ازمنہ ماضیہ موزونان ایں جا شعر را بہ زبان ریختہ گفتہ اند اما صاحب دیوانے بایں متانت و فصاحت از کتم عدم سر نکشید و شعرائے سلف چند طوطی شکر مقال بوستان سخندانی اند لیکن چنیں بلبل ہزار داستان بگوش نہ رسید۔ آرے والی ولایت نازک خیالی و شہنشاہ قلمرو خوش مقالی است چنانچہ می گوید۔

اس شعر کی یو طرح نکالا ہے جب ولی — یو اختراع دیکھ رہے دل میں سب عجب

و نیز می گوید

دکھنی زباں میں شعر سب لوگاں کہیں ہیں اے ولی — لیکن نہیں بولا ہے کوئی اک شعر خوش تر زیں نمط

ہندوئے زلف پری کو پریشانی فروش | بیچ دیوے مجھ کو سودے میں اگر سودا کرو

مولد او خاک پاک اورنگ آباد ست۔ چوں اکثر بہ گجرات در درگاہ حضرت شاہ وجیہہ الدین قدس سرہٗ کسب علم کردہ و در نیلی گنبد متصل گرہٗ مدفون گشتہ مردمان نسبت او بگجرات کردہ غلط محض۔ قصیدہ سیزدہ اشعار کہ در اشتیاق گجرات گفتہ بدیوان او در نظر رسید مطلعش ایں است۔

گجرات کے فراق سے ہے خار خار دل | بیتاب ہے سینے میں آتش بہار دل

مردمان نقل می کنند کہ در سورت آمدہ بود و چندے امر حلِ اقامت افگندہ احرام بیت اللہ بربستہ و زیارت حرمین شریفین نمود۔ مثنوی او در تعریف بندر مبارک سورت قریب یک صد بیت بہ ملاحظہ افتاد در انجامی گوید۔

بھری ہے سیرت و صورت سے سورت | ہر اک صورت ہی وہاں انمول مورت

ختم ہے امرداں پر روصفائی | ولے ہے بیشتر حسن انسانی

سبھا اندر کی ہے ہر اک قدم میں | چھپا اندر سبھا کو لے بدم میں

شخصے معتبر با فقیر نقل می کرد کہ روزے یکے از شعرائے دکن کہ صیت سخنش در اطراف عالم حالا بلند است بر کنار آب نشستہ بادہ پیمائی می نمود و دیگر ارکان مجلس ہم بقدر مرتبہ خود داشتند۔ در شب مہتاب مائل تماشا بودند۔ خصوصاً فقیر در گوشہ تنہا استادہ نظارہ می کرد کہ ناگاہ شاعر تخیل در حالت سکر بادہ پیمائی آغاز نہاد و کلمات پوچ از زبانش سرزدن گرفت تا بہ ایں در رسید کہ ولی چہ طفل بود و چہ بادہ گوئی نمود کہ مردمان بد و تحسین می کنند۔ من چندیں معانی نازک بدہ الفاظ عجیب در شعر خود مندرج کردہ ام

کیا کہوں تجہ قد کی خوبی سرو عریاں کے حضور ٭ خود بخود رسواہے اس کو پھر کے کیا رسوا کروں

اما قدر داں کو اگر دریں زمان ولی می بود از طپانچہ رخارش سیاہ می کردم تا دعوی رنگیں بیانی نہ کند۔ ہاں بیارید دیوانش را تا از آب فرو شویم چنانچہ خادم او بہ موجب امر دیوان ولی را بیاورد داو تمام ورق ورق را در آب آشنا نمود۔ قصہ کوتاہ چوں صبح شد و آں خمار نشہ از سر بدر رفت۔ دیوان را طلبید کہ دیوانے تصنیف خود کہ با خط خوب و جدول طلائی تحریر کنانیدہ بود بہ شب از غلطی بشوئیدن آمد و دیوان ولی ہم چناں محفوظ ماند ناچار از وقوع ایں امر عرق خجلت بر آمد و سخن را بہ لب آشنا نمود و بہ تنہائی سیر الحاج بہ درگاہ کریم کار ساز کہ شکنندۂ غرور ہر متنفسے است فرود در آمد۔ اما آنانکہ اہل مجلس او بودند و اقف ایں رمز اند راست و دروغ بر گردن راوی۔ محرر سطور بہ موجب اقرار راوی بہ بیاض رساند واللہ اعلم۔ کلیاتش دو ہزار و سی صد ابیات بہ نظر رسید۔

(چمنستان شعرا ص ۱۰۴)

۵ ۔ ولی دکھنی شاہ ولی اللہ۔ اصلش گجرات و در شعرائے دکھن مشہور و ممتاز است۔ گویند در زمان عالمگیر بادشاہ بہ ہندوستان آمد مستفید از شاہ گلشن گردید از مشاہیر ریختہ گویان او اول کسے است کہ دیوانش در دکھن مشتہر و مدون گشتہ۔

(گلزار ابراہیم قلمی)

پہنچتی ہی کعبۂ مقصود کو کشتی چشم
فیض سوں انجھوں[1] کے دریا کو مگر پیدا کروں

آرزو دل میں یہی ہی وقت مرنے کے ولیؔ
سرو قد کو دیکھ سیر عالم بالا کروں

ولہ ریختہ

نشہ بخش عاشقاں دو ساقی گلفام ہے
جھلکے آنکھوں کا تصور بیخودی کا جام ہے

کھول نازلفوں کا کچھ درکار ہیں اے خوش نین[2]
اک نگاہ ناز تیرا دو جہان کا دام ہے

آفتاب آتا ہے محرم ہو کے تجھ کوچہ طرف
صبح صادق اس کے بر میں جامہ احرام ہے

دل کو جمعیت ہی جب جاتا ہوں دنبال صنم
آرسی کے ساتھ میں سیماب کو آرام ہے

جس صنم کی سرکشی کا[3] جگ میں ہی صیت بلند
شکر حق وہ کافر بدکیش میرا رام ہے

مت قدم رکھ اس طرف اے زاہد خلوت نشین
غمزۂ خونخوار ظالم دشمن اسلام ہے

اے ولیؔ کیوں خشک مغزی کا نہیں کرتا علاج
یاد ان آنکھوں کا مجھ کو روغن بادام ہے

---

(۳) اشرف

محمد اشرف۔ اشرف تخلص۔ گجراتی۔ بلا واسطہ شاگرد ولی محمد طبع رنگینی داشت۔ شعرش در نواح گجرات شہرت دارد و دیوان لطیف تصنیف نمودہ اشعار اوست ہے

ہوا ہوں بستۂ زلف سجن[4] شکن کی قسم
ہوا ہوں صید رم منہرن[5] ہرن کی قسم

پتنگ وار ہی دل جب سے شمع رو پہ فدا
اگن میں شوق کے جلتا ہی تجھ لگن کی قسم

---

[1] آنسو [2] آنکھ [3] دنیا۔ زمانہ [4] معشوق [5] معشوق

پیا! دیکھا جو تیرے جام چشم کی گردش
ہوا ہوں شوق کی مئے سے مگن نین کی قسم

پڑا ہے خاک من جو برہ کے کوچہ میں
ہے پائمال ترا اے سجن چرن کی قسم

یہ شعر نکے کہے ہیں صد آفرین اشرف
تمام شاعر ملک دکن سخن کی قسم

رضی (۴)

محمد رضی - رضی تخلص نیز متوطن احمد آباد از شاگردان رشید ولی محمد ہم در آں جواب ریختہ محمد اشرف مذکور موزوں ساختہ - جوان خوش ظاہر بودہ از دو ریختہ

خراب نرگس مستانہ ہوں نین کی قسم
برنگ بلبل دیوانہ ہوں چمن کی قسم

جمال انجمن آرائے شمع رخ پہ ترے
شب وصال میں پروانہ ہوں لگن کی قسم

عذاب روز قیامت ہمیں کچھ نہیں پروا
شہید خنجر جانانہ ہوں کفن کی قسم

پیا کی چشم کی وحشت کو دیکھ جیوں مجنوں
شکار دامن ویرانہ ہوں ہرن کی قسم

دیکھا ہے جب سے رضی پیچ و تاب طرۂ یار
ہزار خاک سے جیوں شانہ ہوں شکن کی قسم

مزمل (۵)

میر محمد مزمل - مزمل تخلص - منصبدار باشندۂ شاہ جہاں آباد - مرد صاحب کمال و فکر عالی داشت در زمان محمد شاہ بادشاہ در قید حیات بود - ہمانجا وفات یافتہ اشعار مشہور و معروف دارد و اکثر بہ طرف ذو معنین طبعش راغب چند شعر از او مرقوم گردیدہ ریختہ

جاں آنکھوں سے نکل کر دو گئی
جان گئی تھی سات جن کے سو گئی

---

۱ معشوق ۲ مانند ۳ فراق ۴ قدم پاؤں -

اب کہاں رہے گا شگوفہ کا بہار
سیر کو گلشن میں خنداں رو گئی

چشم بلبل آب جو جاری کرد
ہر چمن میں مہر کی گل بو گئی

قرض حسنہ لیکے شبنم سے انجھو
پھول کلیاں جھاڑ پر رو دھو گئی

من ہرن میرا مزمل رم کیا
دشمنوں کے دل کی چیتی ہو گئی

ولہ

اس سناری سیمبر کے کیوں کے جاوں ہاٹ میں
زرگری کر کر بچھار کھتی ہے کانٹے باٹ میں

ایں نیز از شعر اور ریختہ۔

آنکھ لاگی سو گیا سونا نہ تھا
ہو گیا وہ کام جو ہونا نہ تھا

راز دل آنکھوں نے سب ظاہر کیا
ہائے کیا رو دیا رونا نہ تھا

بول میٹھا اس شکر لب کا تمام
زہر تھا یو صرف مٹھلونا نہ تھا

کیوں کماں برو سے مل رسوا ہوا
چلہ کش کو کیا مگر کونا نہ تھا

میں نہ کہتا تھا مزمل دل نہ دے
نقد ایسا رائگاں کھونا نہ تھا

مزمل۔ محمد مزمل خاں، معاصر میاں آبرو بود، در سخن تلاشش معنی تازہ می نمود گویند در اواخر عمر جنونے بر مزاجش طاری شد و اختلالے در حواسش بہ ادری۔ آخر باستغنائے نوکری و ترک ملازمت ارباب دول پرداختہ در شاہ جہاں آباد بہ زاویہ خمول ساختہ بعد چندے نوائے ازجمعی شنید و رخت بہ سرائے خاموشاں کشید۔
(تذکرہ فتح علی گردیزی ۱۰ۃ)

• چمنستان شعرا میں بھی اس کا ذکر مذکور ہے مگر من وعن وہی جو فتح علی کے ہاں ہے

حشمت (۶)

میر محتشم علی خاں حشمت تخلص منصبدار از عمدہ نجباے اہل ہند کہ در عصر محمد شاہ شعر بہ غایت رندانہ و حریفانہ گفت۔ در دہلی وفات یافتہ۔ دو مخمس مخمس از او مرقوم گردیدہ

مخمس

سب جان اور جہان کا خداوند ہے اللہ — اس کے سبھی ہیں سرخرو اور سارے روسیاہ
ائے اہل زہد مستوں کو اس سے ہی اور راہ — دیکھیں تو تم ثواب کرو ہم کریں گناہ
کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

مستوں کا تم سبھی سیں جدا گھاٹ اور ہے — ہمتا دا اور دور راہ سیں یہ باٹ اور ہے
سودا جہاں ہمارا ہے وہ ہاٹ اور ہے — دوزخ ارم یہ ہے پرے ٹھاٹ اور ہے
کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

اے زاہد عبث نہ رکھو میکشوں کو نام — دیکھیں تو کس کو ساقی کوثر پلا دیں جام
ڈنکا بجا کے کون ارم میں کرے مقام — دیکھیں تو کون مقتدی ہے کون ہے امام
کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

اے زاہدو بہت نہ کرو شور بس کرو — اپنی کتاب کے تئیں تم طاق پر دھرو
سب بندے ہیں خدا کے آپس میں مل بھرو — ہے ہیچ آج مستوں سے مت اس گھڑی لڑو
کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

اے زاہدان خشک تمھیں فخر ہے ریا — تسبیح لیکے مت کرو مستوں کو بددعا
ہم ہیں گے سینہ صاف تمھیں سب ہیں ناصفا — یارو ہمارے بیچ نہیں کوئی جز خدا

کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

دونوں جہاں شاہ نجف کے ہیں ہم گدا ۔ گو مست ہیں دوانے ہیں بے خود ہی بینوا
کہتے ہیں سب میں آنکھ ملا صاف برملا ۔ ہمقادو و وطوق سنو ہم میں یہ صدا

کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

ہم مست ہیں ازل کے نہیں اور کچھ خیال ۔ ہو وینگے کل کو ساقی کوثر سے ہم نہال
کہتے ہیں سب میں صاف یہی بازبان حال ۔ اے اہل خانقاہ کرو ختم قیل و قال

کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

تسبیح اور نماز ہے زاہد کا روز کام ۔ افیون اور شراب میں ہم مست ہیں مدام
آخر کے تئیں خدا سیتی ہم ہونگے ہم کلام ۔ دیکھیں تو تم حلال کرو ہم کریں حرام

کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

گر شیخ اور برہمن جپتے ہیں اس کا نام ۔ ہر آن ذبح کرتے ہیں مستوں پہ اہتمام
بیکنٹھ اور بہشت کا نت ہم کو ہے ہیام ۔ ہے شیخ کو سلام برہمن کو رام رام

کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

میخانہ کی جو راہ کا حشمت شہید ہے ۔ رندوں کا پیر پیر مغاں کا مرید ہے
اے اہل زہد ہم کو تماشائے دید ہے ۔ تم جس کو حشر کہتے ہو وہ ہم کو عید ہے

کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

ولہ مخمس

انسان کا تھا کام جو آدم کہا گیا ۔ انسان کو ازل میں ابد لگ گنا گیا
انسان کارخانہ کا عالم بنا گیا ۔ سب کچھ بنا کے اب ہی آپ لو بھا گیا

انسان کے گھروندے میں ارض و سما تلک — انسان کا خیال ہی جن و پری ملک
انساں کی بات بہت بڑی ہے اسوں لک — معراج کے جو پردے میں اندر کی وہ جھمک
احمد بھی دیکھ احد کا دمامہ بجا گیا

انساں کی جو کہانی جو تم پڑھتے گنتے ہو — یہ روئی اسی ہنولے کی ہے جس کو دھنتے ہو
اس تار کو نہ توڑو جیسے تانا تنتے ہو — حق کا سخن بلند ہے یارو جو سنتے ہو
منصور اسی پنواڑی کو سولی پہ گا گیا

آپ ہی تھا آپ ہی ہی ہے وہی — ایک ہی ہے بھر رہا ہے وہی تو نہ کہیو
دل کوں مصفا کرکے جو کچھ کہہ سکے تو کہہ — بہتر تو یوں ہے کچھ نہ کہہ انساں کو دیکھ رہ
جب آئینہ سا صاف ہو سب کچھ سمجھ میں آ گیا

۱۔ میر محتشم علی خاں حشمت تخلص سید صحیح النسب بود۔ سپاہی عمدہ روزگار شاعر خوب فارسی وریختہ فہمیدہ، سنجیدہ، با ہمہ بہ عجز و انکسار پیش می آید جنسے بود کہ در دل ہمہ کس جاے او خالیست از خاک پاک دہلی بود در مغل پورہ سکونت داشت۔ برادر کلاں او کہ میر ولایت اللہ خاں باشد از معتنمات روزگار است دیر لیست کہ ترک روزگار کردہ خانہ نشین است۔ گاہے فکر شعر ہم می کند۔ بر فقیر شفقت و عنایت بسیارے می کند خدا در حفظ خودش نگاہ دارد و آں مرد از نامردئی روزگار ناہنجار فوز ناخوش شد۔ خدائش بیامرزد۔ (نکات الشعرا صفحہ ۶۰)

۲۔ نکتہ سنج والافطرت سید محتشم علی خاں حشمت۔ مردے سپاہی پیشہ درست اندیشہ گوہر اصلش از بدخشاں است و لعل رنگین خیالش بغایت رخشاں ہمنشین دل پسند است

انساں کا نور محض بتایا ہے آپ کو　　ایجاد آدمی سے لکھایا آپ کو
پینے تمھیں میں ہو کے چھپایا آپ کو　　پھر آپ ہی آپ پاس گنوایا آپ کو
دیکھ تو کیسی وضع سے آپ آ جبتا گیا

اس نور سرمدی کا محمد خطاب ہے　　اس نور کا ظہور علی آفتاب ہے
اس نور کا حسین و حسن انتخاب ہے　　اور کیا کہوں سبھوں کی نظر میں کتاب ہے
ٹک کھول کھول دیکھو تو کیا کیا لکھا گیا

اور کیا کہوں میں اس مدعا لُباب میں　　ذرّے کو کیا جو کہہ سکے کچھ آفتاب میں
دریا جھمکتا ہے کوئی دم حباب میں　　اس فرصت قلیل کو کیا دوں حساب میں
میں اس میں گم ہوا کہ وہ مجھ میں سما گیا

و فکرش بلند۔ بہ کمال خوش خلقی و فراغت اوقات زیست می کرد و بہ وسعت حال می گزرانید دیوانش فقیر سیر کردہ و چشمے آب دادہ۔ حقا کہ دراں تلاش معنی تازہ کردہ و الفاظ رنگین برروے کار آوردہ است۔ احیاناً ریختہ ہم می گفت (تذکرہ گردیزی قلمی)

۳۔ محتشم علی خاں حشمت تخلص می کرد۔ اصلش از شاہجہاں آباد است پدر بزرگوارش میر باقی نام از مردمان مشاہیر بود۔ گاہ گاہ دو سہ شعر ریختہ و فارسی با کمال تازگی می گفت و در سلک ہر معاصرش گوہر سخنی نایاب می سفت۔ قبل ازیں ہفت سال بہ مرگ دفعتہ از جہاں رفت" او تعالیٰ رحمتش کناد (مخزن نکات صفحہ ۳۰)

۴۔ چمنستان شعرا میں نکات الشعرا کی عبارت تمام و کمال نقل کر دی گئی اور کوئی نئی اطلاع نہیں۔ (س۔م)

جو وہ نہ ہوتا کچھ بھی نہ ہوتا قرآن میں — واللہ بھر رہا ہے وہی جسم و جان میں
یہ بات ہے نبی کی ولایت کی شان میں — جو تھا خدا کی راہ کا منصف جہان میں
صلوٰۃ بر محمد کہتا چلا گیا

(۷) مضمون

مضمون عجب شاعر متوکل بودہ، متوطن احمد آباد۔ او ست ہو جملہ ایہام ریختہ او ست ؎

پھر کر کوئی کہے اس ماہ سیں — کیوں نکلتا نہیں کبھی اس راہ سیں
چھوڑ دے گا آخر اپنی مان سب — کیا نہیں ڈرتا ہے تیر آہ سیں
شرم سیں پانی ہو سب جاویں رقیب — گر مرا یوسف نکلے آ چاہ سیں
اس گدا کا دل لیا دلی نے چھین — جا کہو کوئی محمد شاہ سیں
اے صنم مضمون تو بندہ تھا ترا — کیوں بھلایا اس کو عشق اللہ سیں

۱۔ میاں شرف الدین مضمون تخلص مردے بود۔ نوکر پیشہ، متوطن جاجمؤ کہ قصبہ است متصل اکبرآباد۔ حریف ظریف ہشاش بشاش برنگا... گرم کن محفلہا ہر چند کم گو بود لیکن بسیار خوش فکر و تلاش لفظ تازہ زیادہ۔ دیوانش بہ ہمہ جہت دو صد بیت خواہد بود از شروع جوانی بہ شاہجہاں آباد آمدہ و در زینت المساجد سکونت داشت۔ آخر الامر ہمیں جا فوت کرد۔ از احفاد حضرت شیخ فرید شکر گنج بود نور اللہ مرقدہ چنانچہ می گوید ؎

کریں کیوں نہ شکر لبوں کو مرید — کہ دادا ہمارا ہے بابا فرید

شاگرد خاں صاحب سراج الدین علی خاں صاحب است چو دندان او بہ سبب نزلہ

افسوں سے مار جھپٹ پٹ لیتی ہے لٹکا کو اٹھا — کس سلہروں سے سیکھا زلفوں نے تیری لٹکا
تجھ خسرو جہاں کا ہے شور مرد و زن میں — فرہاد پس کو چیرا شیریں نے سر کو پٹکا

ہمہ افتادہ بودند (نکات الشعرا صد ۱۶)

۲۔ بر مشاہدۂ معنی مفتون شیخ شرف الدین مضمون از شعرائے قرار دادہ ریختہ است مشق سخن از مرزا مظہر و خاں آرزو کردہ۔ از بنائر حضرت گنج شکر است چنانچہ گوید ؎

کریں کیوں نہ شکر لبوں کو مرید — کہ دادا ہمارا ہے بابا فرید

با وصف برودت پیری و فرط ضعف و ناتوانی ہا مردے بود بغایت گرم جوش و چپاں اختلاط۔ ہر گاہ دندانش ریختند چناں آرزو از مداح شاعری وانہ می گفت بہر حال شعرش خالی از نزاکت نیست (تذکرہ گردیزی قلمی)

۳۔ شرف الدین مضمون تخلص از فرزندان حضرت شیخ فرید شکر گنج قدس اللہ سرہ بہ جمیع صفات موصوف و بہمہ حسنات معروف بود۔ مولدش جائے است در نواح گوالیار کہ اورا جاجیو می گویند چوں سن شریفش از چہل متجاوز گردید دست از قید علایق برداشت و قدم درراہ آزادگی گذشت۔ لب دریا مسجدے است مسمی بہ زینت المساجد ہوا مسکن خود قرار دادہ بہ توکل بسر گزارند بسکہ ملیح و خوش صحبت بود اکثر مردم بجہاں آخر روز بطریق سیر در حلقہ مجلس وارد می شدند چنانچہ سعدی گوید ؎

ہر کجا چشمہ بود شیریں — مردم و مور و مرغ گرد آیند

بہ وقت موعودہ سر در پردۂ اختفا کشید و بہ عالم قدس ساس گردید خدایش بیامرزد شعر ریختہ را بہ تلاش الفاظ و معنی تازہ می گفت۔ (مخزن نکات صد ۲۱)

۴۔ شیخ شرف الدین مضمون شاعر نیست زود رس و سخن پرور نیست معنی رس

تجھ بیوفا کے کارن سب سیں جدا ہوا ہوں — میں جیتا جیتا ہے خالی جو تو پرے ہی بھٹکا
مت مل رقیب سیتی میں بار ہا کہا ہوں — مرتا ہوں اس دکھوں سے جیتا ہی جان اٹکا
چھپ کر مخالفوں سے آ اس طرح پلنگ پر — جو کوئی سے نہ جانے تیرے قدم کا کھٹکا
دیکھ اس کی بیوفائی ہٹتا ہے کیوں تو اے دل — دلبر وہی بھلا ہے جو ہو وے اپنی ہٹکا
پاکا رمیٹ اپنا مثل تنور مضمون — اک قرص ناں کی خاطر کیوں تو پھرے ہے بھٹکا

مرا دل تھا ترے گلشن کا مالی — محبت اس ستی تو کیوں نہ ڈالی
نظر آتا نہیں وہ ماہ رخسار — گزرتا ہے مجھے یہ چاند خالی
رقیباں مجھ ستی کرتے ہیں نوکاں — طرح لڑنے کی ان مرغوں نے پالی
کہا اے سیم بدن توں رات مجھ سیں — تری دیہی ہے کس سانچے میں ڈھالی
ہوا جگ میں مضمون شہرہ ترا — طرح ایہام کی جب سیں نکالی

مضمون شیرینش شرف بر نبات می دارد و کلام شکرینش مذاق جان را لذت خاص می بخشد
اصلاح سخن از مرزا مظہر و سراج الدین علی خاں آرزو می گرفت و گاہے بہ تفنن گوہر سخن
بہ سلک نظم می سفت چنانچہ دلیل کم گوئی خود می گوید

درد دل سے جس طرح بیمار اٹھتا ہے کراہ — اس طرح ایک شعر مضمون بھی کہے ہو گاہ گاہ

یہاں سے گردیزی کا بیان نقل کیا ہے اور اس کے بعد لکھا ہے کہ دیوانش بہ جمیع اصناف
قریب بہ صد بیت بہ ملاحظہ در آمد از سخن معلوم می شود کہ از اولاد حضرت شیخ فرید گنج شکر
قدس سرہ است چنانچہ خود می گوید

لب شیریں سے دے مضمون کو میٹھا — کہ ہے فرزند وہ گنج شکر کا

(چمنستان شعرا ص ۲۵۲)

(۸) عبدالرحیم

محمد شاہ بادشاہ علیہ الرحمہ بادشاہ رحمدل رنگین مزاج بودہ کہ احدے از
در سلطنت اذیت بہ نوع نہ رسیدہ و اہل سماع را نہایت دوست می داشت
صاحب سخن بود و طبعش راغب مزاح نیز بود۔ چنانچہ در آں ایام عبدالرحیم
نامی از اہل کشمیر حاجی بود و نام خود را اوٹ کرلیس قرار دادہ ہر کسے کہ شعری
خواند فی الحال در جوابش شعر موزوں بطور تضحیک و ملیح ہدیہ میخواند۔ روزے
پادشاہ طلبیدہ با یکے از اہل محفل اشارات خواندن شعر نمودہ۔ چنانچہ امیر خاں
مرحوم ایں شعر را بر زبان راندہ

آہ من العشق و حالاتہ — احرق قلبی بحراراتہ
ما نظر العین الی غیرکم — اقسم باللہ و آیاتہ

شعر مذکور کہ با تمام رسید اوٹکرلیس بدیہہ در جوابش خواند

آہ من الاوہ پکاراتہ — از کمرش گرد پچھاراتہ

بند ....

سلطان تقسیم شدہ انعامے بخشید او بتاریخ بست و ہفتم شہر ربیع الثانی در
سنہ یک ہزار و یکصد و شصت ہجری از دہلی انتقال نمود۔ از ریختہ اوست۔

گنج مخفی کی ہیں کنجی ہے بسم اللہ بن — قفل دل کھلتا نہیں ہمگا ہمارا آہ بن
رو دنیل انکھوں سی جاری ہو ندی تالے نستاہ — باولی ہوگئی ہے یوسف کی زلیخا چاہ بن

(۹) یکرو

یکرو عجیب مرد لطیفہ گو خوش خلق۔ از شاگردان رشید میر مبارک آبرو باشندہ دہلی است دریک فرد سرانجام بسیار آوردہ نام پیغمبران علیہم السلام بطور ایہام موزوں ساختہ ؎

حسن داؤدی سلیمانی نیں رخ یوسفی ۔ عیسوی گفتار زلفیں یونسی موسی کمر

میکشو روح ہماری تو کبھی شاد کرو ۔ شیشہ مے کہیں بھولے تو ہمیں یاد کرو

(۱۰) یکرنگ

یکرنگ مرد درویش صاحب کمال بود از جملہ خلایق ادنے و اعلے یکرنگ و یکرو بودہ۔ طبع رنگیں داشت۔ ریختہ ؎

یکرنگ پاس اونہیں کچھ رہی بساط ۔ رکھتا ہے دو نین جو کہو تو نذر کرے

۱۔ یکرو تخلص مردے بود شاگرد میاں آبرو براحوالش اطلاع ندارم مگر دہ مرتبہ در مجالس ریختہ دیدہ ام با اکثر ہمچوان فن ریختہ بود ولیکن خود را خود ہمہ داں می شمرد (نکات الشعرا صد ۹۳)

۲۔ عبدالوہاب یکرو۔ شاگرد آبرو است فکرش برجستہ است و شعرش شستہ (تذکرہ گردیزی)

۳۔ عبدالوہاب یکرو شاعر خوش گو شاگرد میاں نجم الدین آبرو است اشعار دلاویز و سخن ہمہ سوز انگیز بسیار می دارد (چمنستان شعرا ص ۲۲۶)

پرو دے کیوں نہ ہر اک بال میں موتی وہ چھپیسی
صبح دانتوں کی روشن ہے شب مستی میں مِتِسی

(۱۱) فایق

کلام فایق فایق است از اکثر شعراے نواح دہلی ریختہ آز او است ؎

برنگ نکہت گل قوت جاں ہے یاد گلرو کی — شب آرام دل ہے عاشقوں کو یاد اس مو کی
تری نرگس کٹوری اور پتلی اور ہنسالی — ملک کے ہاتھ میں ہے موہنہ تری تیغ ابرو کی

۱۔ مصطفےٰ خاں یکرنگ شاعر ریختہ، معاصر میاں آبرو۔ می گویند کہ بسیار چپاں اختلاط واشنائے درست بود از احوال او خوب اطلاع نہ دارم (نکات الشعرا ص ۱۸)

۲۔ معنی یاب بے درنگ مصطفےٰ خاں یکرنگ با آبرو ہم طرح بود و تلاش معنی تازہ نمود۔ رتبۂ سخنش بلند است و مایۂ شعرش ارجمند (تذکرہ گردیزی)

۳۔ مصطفےٰ خاں یکرنگ معاصر میاں ابرو است۔ بخدمت خاں آرزو مشق سخن می کرد۔ ابیات دیوانش ہمگی و تمامی قریب پانصد شعر خواہد بود۔ سوائے ایں کہ نبیرہ خاں جہاں لودھی است و در سلک ملازمان بادشاہ منسلک بود، و دیگر احوالش معلوم نگردیست (مخزن نکات ص ۱۸)

۴۔ مصطفےٰ خاں یکرنگ از معاصرین آبرو است۔ شعرش خوش قماش بیکراں می دارد وطبعش عالی تلاشش فرواں می نماید۔ گویند کہ ذہن رسا داشت و با ہر کسے طریق احسن سلوک می گزاشت۔ یکرنگی اخلاصش از تخلص او پیدا و خلق محمدی از تمامش ہویدا است

(چمنستان شعرا ص ۲۲)

(۱۴) حاتم

حاتم محمد حاتم، باشندۂ حضرت دہلی مرد صاحب ہمت و طبیعت عالی دارد و بخل در دادن شعر ہرگز نہ کردہ و درایں امر کہ فی الحقیقت سخن درست بہ مشاعرت گوئی از حاتم بردہ صرفہ نہ دارد۔ چنانچہ مثنوی اور در صدر کتاب رقم شد ریختہ از دوست ہے

مت پری رویاں ہمارے دل کو دیوانہ کرو	دردمندوں کے جگر کی آہ ٹک جانا کرو
زلف خوباں میں جو چاہو ہو نگاہ کی تو رس	پنجۂ مژگاں کے تئیں اپنا بنا شانہ کرو
شمع رویوں کی لگن میں جل کے خاکستر ہوا	عشق کے کشور کا میرے نام پروانہ کرو
پیر چاہو ہو تو آکر رشتہ اخلاص میں	چھوڑ دیو تسبیح و اپنے من کے تئیں دانا کرو
دوستوں کے حق میں دشمنوں کی بات کو	تم سیتی کہتا ہے حاتم سن کے مت مانا کرو

وله

کا فر لیا کیوں کرے ہے ہم سے ہو کر رام رام	حال میرا دیکھ لے از سلسلے خود کام کم
دور میں تیرے نہیں کی بست ہے عالم مدام	کیوں نہ ہوا غم سم سی سرگرداں لیکر جام جم
کیا ہوا گرتنچ کھا کھا دل میں رکھتا ہے گرہ	تا کھیلا اس میں جو مارے زلفیں آرام رم

۱۔ شیخ محمد حاتم حاتم تخلص شاہجہاں آباد است، می گوید کہ من با میان آبرو ہم طرح بودم مرتبت جاہل و منکسر منقطع وضع، دیر آشنا غا نہ دارد۔ دریافتہ می شود کہ ایں رنگ کہ من ابتدائے شاعری است کہ ہیچ من دیگرے غیبت یا وضع او ہمیں است۔ خوب است ہارا

جو صدا آتی ہے باتوں کی تیری مجھ کان میں ہیں اس سخن تیرے کے تئیں الہام ہم
جیوں کہا تھا میں نے چل حاتم بلایا ہے تجھے دل سیتی جاتا رہا سنتے ہی یہ پیغام غم

(ولہ)

خلق کی گریہ میں آنکھوں میں پڑے ہیں پھوڑے تو بھی دیکھی ہے جسے اس کو گئی ہے رو لے
دل شگفتہ ہو مرا گل کی نمن شادی میں نا ہیں غنچہ دہن ہنس کر اگر ٹک بولے
دل عالم کو گرفتار کرے پیچوں میں گرہ زلف اگر مکھ پہ پری رو کھولے
نہ گھٹے ایک رتی وزن میں اللہ تا تا گر مرے من کو جو سو من کے برابر تولے
دو دھرے عشق کے میدان میں قدم کو حاتم ہات اپنے کو جو کوئی خون جگر سے دھو لے

(ولہ)

تجھ بن جان نہ تھی جان مری جان کے بیچ آن کے پھر کے جلایا تو مجھے آن کے بیچ
ایک دن ہات لگایا تھا ترے دامن کو اب تلک سر ہے خجالت سے گریبان کے بیچ
ہوئی زبان لال ترے ہاتھ سے کھاتے بیڑا کیا فسوں پڑھ کے کھلاتے تھے مجھے پان کے بیچ

ونیز مثنوی ایہام در تعریف حقہ بہ عجب پیچ و تاب بستہ از دست است

تمنا کو کو نہ حیا تو کیا سبب ہے ملا ہے گر نہیں اور کیوں گڑ طلب ہے
طلب ہے گڑ کی اس کو اس سبب سین ملا دے گر اسے لا من کے لے چین

با اینہا چہ کار۔ شعر بسیار دارد۔ دیوانش تا ردیف میم بدست آمدہ بود، و پارہ اشعار آن نگاشتہ می شوند۔ با سخن آشنائے بیگانہ است (نکات الشعرا ص ۴۹)

۲۔ اسرار معنی را ملہم محمد حاتم حاتم۔ برخود می چیند و سیاہ مستانہ می رود

ملا جب گڑگڑا کو نام پایا
ہر اک نے چاہ کر تب منہ لگایا

کہے حقہ تنبا کو کیوں جلے ہے
کہ گنگا جل ترے پاؤں تلے ہے

اگن کو اب نئے بیں لے بجھاوے
وگرنہ باعث جلنا بتاوے

تنباکو نے کہا حقہ سے جل کر
برہ کی بات ہے سن تو سنبھل کر

اگن میں جان کر جو جی جلاوے
چمن میں عشق کے تب گل کھلاوے

مری نکہت سے آتش تاب نے ہے
اگرچہ نام اس کا آب نے ہے

اگن میں پھول اور ڈنڈی ہی جل ہیں
گل خورشید ہے مثل کنول میں

کنول میں کوئلہ مثل اسو نبر ہے
بھنور پر پیچا سرپوش زر ہے

سنا حقہ نے تنباکو کا احوال
جگر کے خون سے رو رو کر بھر آتال

کہا یہ پیچ سیتی سو ارز دسات
کہ ہویگا کام ہم سب کا ترے ہات

یہ سن من مار پیچا پیچ کھا کر
جبیں پر چیں چڑھا سینہ دکھا کر

کہا نے سیں کہ نے سب کی خبر رکھ
اپس کے دل جلوں اوپر نظر رکھ

پیا ہو ہمسر بان حقہ بلایا
کرم کر لے کے پیچا مونھ لگایا

لگا وہ لب سیتی یکدم میں پی نے
عزیز اب کر دیا عالم میں پی نے

لگا ہنسا لی تب حق حق پکارا
کہ جیوں منصور پھر آیا دوبارا

زاد و پرورش شاہ جہاں آباد است و طبع صرفیش نقد و قلب سخن را نقاد۔ (تذکرہ گردیزی قلمی)

۳۔ محمد حاتم۔ حاتم تخلص۔ ہم صحبت میاں مضمون و آبرو است اصل وطنش شاہجہان آباد است و در روزگار سلطنت محمد شاہ بادشاہ منصب ندیمی و خدمت بکاولی نواب عمدۃ الملک مغفور پا بہ امتیاز داشت۔ بعد فوت او توکل روزگار نمود باکمال آزادگی می گذراند۔ کلیاتش ضخیم است

نہ حقہ میں صدائے سر سری جان　کنہیا مات گویا بانسری جان
بجائے حقہ وہ نیچے میں لے ہے　چو مطرب ہات چھلے وارنے ہے
نہ نے پر سالوی برہانپوری ہے　کہ جیوں کالے پہ کالی کیچلی ہے
نہیں حقہ مگر اقبال لیے ہے　کہ چیرا کوچکی کا سر اوپر ہے
زری کی انیڈوی حقہ کی یک نال　رہے ہو رات دن مانند خلخال
کمند دست محبوباں یہی ہے　انیس و ہمدم خوباں یہی ہے
یہی ہے یار یارو دل جلوں کا　یہی ہے درد میں ساقی سبھوں کا

و ابیات دیوانش قریب چہار ہزار بیت از نظر گذشتہ۔ شعر خوب جستہ جستہ می بر آید۔ حق تعالےٰ سلامتش دارد (مخزن نکات صہ ۲۴)

۲۔ شیخ محمد حاتم۔ حاتم تخلص عمدہ نکتہ پردازان و علامہ سخن طرازان است۔ نکات رنگینش تازگی بخش دماغ سخن دوں و خیالات دل نشینش از نزاکت معانی مشحون۔ اشعار دلاویزش گلدستہ انجمن و بہارستان طبعش اشک افزائے چمن است مثنوی حقہ کہ بہ جعفر علی خاں زکی محمد شاہ بادشاہ فرمایش نمودہ بود از دو شعر موزوں شدہ دیگر سر انجام نہ یافت شیخ محمد حاتم بہ اتمام رسانید۔ بہ نظر امعان جملہ سی بیت است۔ دراں جامی گوید

کہا نیچے نے یہ سب کی خبر رکھ　تو اپنے دل جلوں اوپر نظر رکھ
پیا ہو مہرباں جس دم پلایا　کرم کر لیکے نیچا منہ لگایا
لگا منہ نال تب حق حق پکارا　گویا منصور عیسیٰ آیا دوبارا
نہ حقہ میں صدائے سر سری جان　کنہیا مات گویا بانسری جان

سبھوں کو اس کا پسینا سود دیے گا | دھواں طفلوں کے حق میں وو دہیگا
نہ بولے آپ میں جب لگ نہ بولو | کھلے نہ ہیچ جب لگ نہ کھولو
بہت سا جگ میں حاتم ڈھونڈ آیا | پھر ایسا دوسرا ہمدم نہ پایا

آبرو (۱۳)

میر مبارک آبرو تخلص در ایام محمد شاہ بادشاہ ترک منصب و دنیا کردہ بود متوکل و صاحب دیوان است۔ اشعارش در تمام ممالک محروسہ مشہور و معروف خصوص در دار الخلافہ شاہجہاں آباد مستثنئے وقت است۔

رستم اس مرد کی کہاتے ہیں قسم زوروں کی | تاب لاتا ہے جو کوئی عشق کے جھکجھوروں کی
تا دری جب سے سجی بر میں سجن بوٹی دار | عقل چکر میں گئی دیکھ کے چھب زروں کی
لب میگوں پہ سیر سجن کے نہیں خط سیاہ | ڈار ٹوٹی ہے مٹھائی شکر خوروں کی
گج نظر کاٹی ہے مرے دل کی تری آنکھوں نے | دو پلک نیں یہ کترنی ہے مگر چوروں کی
قدر داں حسن کے کہتے ہیں اُسے مردہ دل | سانولی چھوڑ کے جو چاہ کرے گوروں کی
آبرو کو نیں کم ظرف کی صحبت کا دماغ | کس کو برداشت ہے ہر وقت کے تک توڑوں کی

ولہ

نہیں گھر میں فلک کے دل کشائی | کہاں ہوتی ہے یاں میری رسائی

بقیہ گذشتہ

نہ نے پر سانولی برہان پوری ہے | کہ جیوں کالے پہ کالی کیچری ہے
بوقت تحریر ایں چند ابیات دیوانے ضخیم از دست آمد (چمنستان شعرا ۱۳۴)

کریں جو بندگی ہووین گنہ گار — نرالی ہے بتوں کی کچھ خدائی
تم اپنی بات کے راجا ہو پیارے — کہے سے ہوتی تم کو ضد سوائی
ذبح کرنے کو ناحق بے کسوں کے — بتا تیری کمر کس نے کسائی
رہیگا نا تو کیونکر آبرو کا — گلی اس راہ کی جب ہاتھ آئی

ولہٗ

آیا ہے صبح نیند سے اٹھ مسمسا ہوا — جامہ گلے میں رات کا پھولوں بسا ہوا
کم مت گنو یہ بخت سیا ہوں کا زنگ زرد — سونا وہی جو ہووے کسوٹی کسا ہوا
قامت کا سب جگت منے بالا ہوا ہے نام — قد اس قد رسیلہ مت ارسا ہوا

۱۔ میاں نجم الدین عرف شاہ مبارک متخلص بہ آبرو متوطن گوالیار نبیرہ حضرت محمد غوث گوالیاری است نور اللہ قبرہ از ابتدائے جوانی در شاہ جہاں آباد آمدہ چنانچہ مشق سخن ہم اینجا کردہ۔ شاگرد خان صاحب سراج الدین علی خاں است۔ از چشم پوشی روزگار دجال شعار یک چشمش از کار رفتہ بود۔ شاعرے نادرہ گوئے ریختہ ہی گویند کہ طبع شوخے داشتہ غرض مستغنی وقت خود بود کہ عہد محمد شاہ باشد۔ خدائش مغفرت بکند (نکات الشعرا ص ۹)

۲۔ شمع محفل گفت وگو شیخ نجم الدین مبارک آبرو۔ گوالیہ متوطن ان بزم آرائے معنی است و خاطرش گنجینۂ گوہر سخندانی۔ حتاکہ معنی تلاش را برطاق بلند گذاشتہ و باستقلال مملکت سخن رایت شاہی افراشتہ مدنا رنول مدتے بہ رفاقت حضرت ابوی دام ظلہ بسر بردہ و بہ جائزات نمایاں موصول گردیدہ (تذکرہ گردیزی قلمی)

زاہد کے قد کے خم کو مصور نے جب لکھا　　تب کلک ہاتھ بیچ اتھا سو عصا ہوا
زاہد ہے آج مجمع رنداں میں نیم جاں　　خرگوش جیوں کہ پھیر میں آ اڈنا ہوا
یوسف کو اپنے اور گیا کھینچ چاہ سے　　مضمون جذب عشق زلیخا رسا ہوا
اے آبرو اول سے سمجھ پیچ عشق کا　　پھر زلف سیں نکل نہ سکے دل پھنسا ہوا

ولہ

کیا ادا سے وو بہوں مٹکتی ہے　　کہ مرے دل میں جا کھٹکتی ہے
زلف کی شان مکھ اوپر دیکھو　　کہ گویا عرش پر لٹکتی ہے

۳۔ شاہ مبارک متخلص بہ آبرو مردے بود درویش نمش قلندر مشرب متوطن گوالیار از فرزندان محمد غوث۔ بعالم حسن پرستی اشتہار تمام داشت چنانچہ مثنوی صد و پنجاہ بیت در باب تعلیم آرائش خوباں روزگار بسیار سدانت موزوں کردہ است بالجملہ شعر ریختہ بوضع خود بسیار مربوط می گفت و مشق سخن بخدمت سراج الدین علی خاں آرزو میکرد کہ بالفعل در فضیلت و کمال فوقش متصور نیست حق تعالیٰ سلامتش دارد و زیادہ بریں از کمالات آں بزرگوار مثل من ہیمداں چہ نویسد کہ شمار قطرہ آب باراں نمودن و مساحت افلاک پیمودن است ہر چند دماغ ہیچو شخص بہ ریختہ و فا نمی کند لیکن وسعت اخلاق آں تا بحدیست کہ شعر میاں آبرو را بہ نظر اصلاح ملاحظہ می نمودہ بلکہ گاہ گاہ و بہ پاس خاطر او خود ہم دو سہ بیت ازیں قبیل می فرمودہ (مخزن نکات صہ ۱۰)

۴۔ شیخ نجم الدین آبرو آبرو بخش بزم سخن و سرخروے معرکہ ایں فن است گلستان گوالیر از آب پاشش نخش اب و رنگے تازہ گرفتہ و نہال ہستی او مدتے در بار لو

کیا ہوا اگرچہ مر گیا فرہاد | روح پتھر سے سر پٹکتی ہے

ولہ

کیا قہر ہے پیارے رُخ کا ترے مٹکنا | پھر قہر پر قیامت اس زلف کا لٹکنا

مُلا کے تین پیارے اسپند کر جلا دے | کیوں مارتا ہے نازک رخسار پر چٹکنا

جس گال کی صفا پر نظریں نہیں ٹھہرتیں | اس گال پر عجب ہے دل کا مرے اٹکنا

ابرو غلیل تس پر تل کا رکھا غلیلا | ہر زاغ بوالہوس کا مشکل ہے واں پھٹکنا

طراوت پذیرفته در معنی یابی بدیوان موزوں خیالی داد سخن میدہد و گلگشت خیابان اشعار کشش انشراح فراواں بہ نظارگیاں می بخشد۔ متانت الفاظ و نزاکت معنیش بر سخن فہمان انصاف درست روشن است۔ اشعار ایہام بسیار میدارد و مرزا رفیع سودا او را در مقطع یاد می کند و می گوید۔

نہ مل کم ظرف سے ہرگز بقول آبرو سودا | کسے برداشت ہے ناحق اٹھاوے کون تھکودا

می گویند کہ در عہد محمد شاہ بادشاہ تا زندگی بر سر می داشت مثنوی او متضمن بر ترغیب آراستگی معشوق کہ جلد یکصد بیت خواہد بود بہ نظر در آمد مطلعش اینست

ہے سزاوار ثنا وہ باکمال | جلوہ گر جن نے کیا حسن اور جمال

حق کہ شاعر شیریں مقال و معنی یاب متین خیال است دودمان وجود ہستی آوازہ چراغ سراج الدین علی خاں آرزو ضیا گرفتہ و لولوئے گراں بہائے سخن را بہ نہایت آب و تاب در رشتہ نظم سفتہ۔ منتخب دیوانش بہ نظر در آمد۔

(چمنستان شعرا ص ۸)

(۱۴) مظہر

مرزا مظہر جانجاناں مظہر تخلص کہ اشعار فارسی و ہندی او از بلاد ہندوستان تا دکھن زبان زد عالم اظہر من الشمس است۔ از اوست

نا گل کو بھیجا ہے مجھے خط صبا کے ہاتھ
اس واسطے پڑا ہوں چمن میں ہوا کے ہاتھ

۱۔ مرزا جان جاں مظہر تخلص مردیست مقدس، مطہر، درویش، عالم، صاحب کمال شہرۂ عالم، بے نظیر، معزز، مکرم۔ اصلش از اکبرآباد است۔ پدر او مرزا جان جاں نام داشت از فرط شفقت مرزا جان جاں می گفت۔ ازیں سبب ہمیں اسم موسوم است۔ بندہ بخدمت او در رفتہ سعادت اندوز گشتہ است۔ اکثر اوقات در یاد الٰہی صرف می کند۔ خوش تقریر بمرتبہ است کہ در تحریر نمی گنجد۔ دیوان مختصر شعر فارسی او بہ نظر فقیر مولف آمدہ است از سلیم و کلیم پایہ کمی ندارد۔ اگرچہ شعر گفتن دون مرتبہ است لیکن گاہے متوجہ ایں فن بے حاصل نیز می شود۔ انعام اللہ خاں یقین وغیرہ کہ شاعر ریختہ اند از شاگرداں اوئید۔ غرض مرزا غنیمت کسے است۔ (نکات الشعرا ص۵)

۲۔ ادا فہم معنی پرور مرزا جان جاناں مظہر اصلش از معمورۂ بخارا و مولد و منشاش اکبرآباد۔ ذاتش بہ شرافت نسب و نبالت (؟) حسب موصوف است بہ مکارم اخلاق شریف معروف۔ حقا کہ ذاتش مظہر تجلیات الٰہی است و مظہر انوار فیوضات غیر متناہی۔ از بدو حیات الیٰ یومنا ہذا کہ عمر شریفش بہ پیمانۂ اشش خطوہ متین از بلند نشتی بہ توکل و از دلبری بردہ واز والاہمتی سر استغنا بہ بادشاہ و وزیر فرو نساختہ۔ تکیہ مسند فراغت و مربع نشین چارپالش عزلت از انجا کہ از علم

جلتا ہوں میرزائی گل دیکھ ہر سحر   سورج کے ہاتھ چوری پنکھا صبا کے ہاتھ

(بقیہ گذشتہ) فقہ و حدیث حظے وافر دارد و از کتب سیر و تواریخ بہرہ کامل دارد مشرش از بلند ہمتی بہ شعر و شاعری فرو نمی آید۔ و ایں شغلہا را سرمایہ افتخار نمی انگارد۔ چنانچہ اکثرے از اشعارش از راہ بے پروائی از صفحۂ خاطر محو شدند و برخے از عدم اعتنا و توجہ باین فن مہجور ابتر گشتند۔ لیکن چوں عشق سخن سررشتہ لب و سخن است و ہر معنی جاگزیں دلش از فرط امتلائے عشق معنی ہر گاہ از صحبت صوفیان خانقاہ و مستفیدان خدا خواہ فرصتش دست بہم می دہد متوجہ شغل بے حاصل می گردد۔ و مرزا مظہر فارس دو میدان دوانا و مملکت بیان است چہ شعر فارسی اش بغایت لطافت و نظم ریختہ اش نہایت عذوبت۔ (تذکرہ گردیزی قلمی)

۳۔ مرزا جان جاناں مظہر سلمہ اللہ تعالیٰ عالم و عامل عارف کامل سرآمد ارباب تحقیق و پیشرو اہل تدقیق است۔ در ظاہر و باطن مرتبہ رفیع و شانے عظیم دارد دراوائل جوانی کہ مقتضائے آں ظاہر است بہ شعر و شاعری مشغول بود۔ آخر حال خود را از اں اندیشہ باز داشتہ بر سجادۂ طاعت بہ فقر و قناعت می گذراند۔ و ہمیشہ ہمتش مصروف تکمیل اہل ارادت می باشد۔ ایں چند بیت ریختہ وغیرہ تلامذہ ایں فن برائے تعلیم انعام اللہ خاں یقین موزوں کردہ۔ (مخزن نکات ص ۳۴)

۴۔ میرزا جان جاں مظہر سلمہ اللہ تعالیٰ بادہ نوش خمخانہ معنی و جرعہ چش ساغر سخندانی است۔ فقیر ترجمہ احوال آں علامہ سخن پرداز مفصلاً از تذکرہ قبلہ برحق حضرت غلام علی آزاد مدظلہ العالی می طرازد۔ و ایں گلدستہ رنگیں را حسن افتخار خود بشناختہ زیب انجمن بیازد کہ "میرزا مظہر جاں جاں سلمہ اللہ تعالیٰ مظہر فیض الٰہی ست

آزاد ہو رہا ہوں دو عالم کی قید سے ‎ ‎ مینا لگا ہے جب سینی مجھ بے نوا کے ہاتھ

(بقیہ گذشتہ) و مشرق صبح آگاہی شاہ مسند فقر و فنا مقیم آستان توکل و استغنا نام والد ماجد او میرزا جان است ازیں جا وجہ تسمیہ او تواں دریافت۔ اما نام و تخلص او گویا غایت ترجمان اسرار قیومی مولانائے رومی است کہ پانصد سال پیش ازیں در دفتر ششم مثنوی ارشاد فرمودہ کرامتے نمایاں بہ حضار انجمن استقبال وا نمودہ یعنے

جان اول مظہر درگاہ شد ‎ ‎ جان جان خود مظہر اللہ شد

لیکن نام او بر السنہ میرزا جان جاناں جاری شدہ ایں اسم ہم معنی بلند دارد۔ فقیر را با میرزا ملاقات صوری صورت نہ بستہ اما غائبانہ اخلاص کامل است و ہمیشہ بہ آمد و رفت مراسلات حظ ہم کلامی حاصل۔ میرزا جامع فقر و فضیلت و سخن گستری است و در قبضۂ اسم خود روح الروح معنی پروری عروس متعال را بہ شاطگی ذہنش طرز تازہ و تصویر خیال را بہ تر دستی فکرش حسن بے اندازہ۔ شعلۂ آوازش آتش زن خرمنہا و شوخی اندازش شور افگن انجمن ہا۔ فقیر در اثنائے تحریر ایں کتاب تکلیف ترجمہ کرد۔ میرزا ترجمہ خود و اشعار آبدار بہ تحریر در آورد و متاع نفیسے از انفاس نفیس ہدیۂ دوستاں ساخت۔ نسخہ برجستہ ایں است۔ فقیر جانجاں متخلص بہ مظہر پسر مرزا جان، جانی تخلص علوی نسب، ہندی مولد، حنفی مذہب، نقشبندی مشرب است۔ و در عشرۂ اولے مایۂ ثانیہ بعد الف ولادتش اتفاق افتاد و نشو و نمائے ظاہری در بلدۂ اکبرآباد یافتہ۔ تربیت باطنیش در محروسہ شاہجہاں آباد از جناب سید محمد بداؤنی نقشبندی مجددی واقع شد۔ سلسلہ نسبتش بہ بیت و ہشت واسطہ بتوسط محمد بن حنیفہ بہ شیر بیشہ کبریا علی مرتضی کرم اللہ وجہہ منتہی شود۔ جد اعلی از

برگِ حنا اوپر لکھو احوالِ دل مرا　　شاید کبھی تو جا کے لگے دلربا کے ہاتھ

(بقیہ گذشتہ) امیر کمال الدین در اوایل مائۃ تاسعہ از خطۂ طائف بہ جذبِ قسمت بجدو در ترکستان رخت اقامت انداخت و بہ فرمانروائی بعضے از آں ممالک عمر گزرانید۔ اولاد کثیرہ بہم رسانید۔ از آنہا امیر مجنون و امیر بابا در حین فتح ہندوستان کہ بردست ہمایوں پادشاہ اتفاق افتد دریں مملکت وارد شدند۔ از اں باز خدمت و رفاقت سلاطین گورگانیہ شعار مردم ایں خاندان بود۔ میرزا جان مذکور کہ در ششم مرتبہ از امیر بابا و درجہ دوازدہم از امیر کمال الدین مسطور واقع است بہ عہد عالمگیر پادشاہ علیہ الرحمہ بعالی منصب و ترک دنیا سرفراز گردید۔ و ایں خاکسار از بدو طفلی ہوائے مال و جاہش زر در سرنہ پیچید۔ بعد تحصیل ضروریات ایں مشت غبار خود ابدامن دولت از خود رفتگان بستہ بامید آنکہ چشمے در عالم دیگر باز کند۔ چوں نقش قدم بر در ایشاں نشستہ است از بس دماغش ضعف قوی دارد و تاب تدبیر اسباب نمی دارد و تجرید و تفرید اختیار کردہ نان برخواں دو نان نخورد۔ و چوں گل عمر خود را بہ یک خرقہ بسر بردہ بہ تحریک شور عشقے کہ نمک خمیر اوست گاہ گاہے بہ فریاد و افگند و چوں نالہ اش موزوں واقع می شود احباب از راہ جوہر شناسی بہ میزان اشعارش می سنجند۔ و گرنہ او را از غایت انصاف نظر بہ بے سرمایگی خود دکانے بر سخن نچیدہ۔ زیادہ بریں نیست کہ نظر بزرگاں یافتہ حسن قبولے بہم رسانیدہ است۔ او سبحانہ حسن خاتمہ ہم نصیب کند۔ راقم سطور یعنے صاحب می گوید کہ ذات میرزا مغتنم است۔ حق جل جلالہ دیرگاہ سلامت دارد۔ ہمائے توصیفش نہ مرغ است کہ بہ چنگ شاہین تقریر آید و صحرائے تعریفش نہ خطہ است کہ

مظہر چھپا کے رکھ دل نازک اپن کا توں — یہ شیشہ بیچنا ہے کسی میرزا کے ہاتھ

(۱۵) سودا

مرزا محمد رفیع سودا تخلص منصبدار بودہ متوطن شاہ جہاں آباد۔ مرد سودا مزاج و کم سخن، ازاوست۔

(بقیہ گذشتہ) خامۂ تیز گام تحریر ربطے نماید۔ کمال فضل او از کلام یقین کہ یکے از تلامذہ چوں شہنشاہ جہان معنی است پیدا می شود۔ والا رتبہ اقتدارش از حدیث دردمند کہ جا بجا گوہر ناپیدۂ آں ماہ آسمان سخندانی است ہویدا می گردد۔ لآلی منظومات فارسیش از لآلی بہ نہایت غلطانی و ثواقب طبع زاد اشعارش در غایت درخشانی است (چمنستان شعرا ص ۲۴۶)

ا۔ میرزا رفیع المتخلص بہ سودا کہ جوانیست خوش خلق و خوش خوے، گرم جوش، یار باش، شگفتہ روے مولد او شاہجہان آباد است، نوکر پیشہ، غزل و قصیدہ و مثنوی و قطعہ و مخمس و رباعی ہمہ را خوب می گوید۔ سر آمد شعراے ہندی اوست، بسیار خوشگو است، ہر شعرش طرف لطف رستہ رستہ، و در چمن بندی الفاظش گل معنی دستہ دستہ۔ ہر مصرعہ برجستہ اش را سرو آزاد بندۂ پیش فکر عالیش طبع عالی شرمندہ۔ شاعر ریختہ چنانچہ ملک الشعرائی ریختہ او را شاید۔ قصیدہ در ہجو اسپ گفتہ بہ تضحیک روزگار دور از حد مقدور در او صنعتہا بکار بردہ مطلعش اینست۔

ہے چرخ جب سے ابلق ایام پر سوار — رکھتا نہیں ہے دست عناں کا یہ یک قرار

اکثر اتفاق طرح غزل باہم می افتد۔ غرض از مغتنمات روزگار است۔

سودا ہوا ہے تیکہ رگ دل میں جوش ہے　　تم نشتر مژہ سیں صنم خون کم کرد

(بقیہ گذشتہ) حق تعالی سلامتش دارد (نکات الشعراص ۳۲)

۲- نکتہ داں بے ہمتا مرزا محمد رفیع سودا- مردلیست سپاہی پیشہ درست اندیشہ- حقا کہ رتبہ شعرش عالی است وسخن دردمندانہ اش حالی- امروز در میدان گفت وگوئے سبقت از اقران، و امثال خود می ربایدو داد معنی یابی و رنگین خیالی می دہد (تذکرۂ گردیزی قلمی)

۳- عندلیب خوش نغمۂ گلشن روزگار- گل سرسبد محافل اشعار یگانہ کشور فضل نقاوۂ دودمان کمال انتخاب نسخہ صاحب کمالی حضرت میرزا رفیع سودا مدظلہ العالی دریچہ نزہت گاہ معنی بروئے وے کشادہ است کہ درمصرع کلک طرازش شہرت را آمادۂ اشعار رنگیں وقصاید متین دارد- چنانچہ قصیدۂ کوہ در ہیکر رزمیہ ہاروبحر بکراں وتضحیک روزگار وغیرہ از تصانیف اوست و والد شریفش مرزا شفیع نام متعلق زاد بہ عمل تجارت مشہور بود- بہ وقت معہود بتقدس بریں شتافت زرے کہ از ترکہ وے بدست مرزا آمد او در مدت قلیل بہ مقتضائے شاعر مزاجی بر سبیل یا دوستہا بباد داد و بہ مصاحب پیشگی برآمد- قبول ملوک نامدار و تقرب سلاطین عالی مقدار او را میسر گشت- بالفعل بخطاب ملک الشعرائی کہ ہمین پایہ سخنوران است اعزاز و امتیاز دارد- الہی سایہ اش از سر بے سروپایاں کم مباد بہ مجنون و فرہاد (مخزن نکات ص ۲۵)

۴- میرزا محمد رفیع سودا تخلص صیاد غزالان سخن و سرآمد نکتہ سرایاں این فن است

نسیم بھی ہے زمانے میں اور صبا بھی ہے ہماری خاک کو دیکھو کہ کچھ رہا بھی ہے
سنبھال رکھ یہ قدم خار دشت پر مجنوں کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

(بقیہ گذشتہ) شاہین زبان ناقص بیان کہ پارۂ لحمے بیش نیست چہ جرأت کہ بہ ہوائے توصیف آں ہمائے اوج نازک خیالی چنانکہ باید بال کشاید۔ و تشدید قلم و زبان را کہ بیش از گیاہ نہ، چہ قدرت کہ در میدان تعریف آں فارس مضمار خوش مقالی جولاں نماید۔ خلعت رنگین سخن طرازی بہ قامتش دوختہ اند و طوطیان ہندوستان شکر بیانی از آں آئینہ دل آموختہ۔ گویا نزاکت مضامین دلچسپ حسن بہ یوسف بہ قماشش حسن اختتام پذیرفتہ و ایں زبان کج مج ریختہ در زمانش بہ یمن اقبال آں نکتہ پرداز درجۂ علویت کردہ (۔۔۔۔۔) از آں ملک الملوک مملکت فن و شہنشاہ قلمرو سخن امروز بہ کوس انا و لا غیری۔۔۔۔۔ جویائے معنی بلند و غواص لآلی دل پسند۔ الحال۔۔۔ بصوبہ دکن۔ بانگ نغمات دہد بطورش خوش نما۔ کلیاتش متضمن بر قصاید و مثنوی و۔۔۔۔ مخمس و ترجیع بند و قطعہ و رباعی و مرثیہ قریب دو ہزار بیت بہ نظر اصحاب رسیدہ۔۔۔۔ از آں دریافت باید کرد کہ چہ لآلی گرانبہا بسلک نظم کشیدہ۔۔۔۔ کہ در ہمہ اقسام سخن ممتاز اقران بر آید و موزونے بسمع نرسید کہ در پلہ میزان آں مقدار کامل عیار نماید۔ اگر صریر کلکش را ہمدم اعجاز مسیحا انگارم بجا کہ دل مردگان را طلوع جان تازہ از آں متصور۔ و اگر چشمۂ خضر را در ظلمات الفاظ نوائش پندارم روا کہ حیات سخن نام صاحب از و ممکن۔ حقا کہ ہر نقطہ نقش پذیر قلمش شامل سیاہی مردم بر بیاض دیدۂ جاودانی است و ہر یک بیت طبع زادش چوں مصرع ابرو بر چشم نہادنی قصیدۂ او قریب شصت بیت در مدح نواب سیف الدولہ بہادر و در تمہید ہجو بعضے شعرائے دہلی ... زمانہ آمدہ۔ تمہید خوبے دارد

(چمنستان شعرا ص ۲۲۶،۲۲۵)

(۱۶) ناجی

ناجی شاعر بود در شاہجہاں آباد۔ مضمون ہائے خوب می بست۔ از اوست
ڈوب گئے کئی ملک جب کھولی لب دریا پہ زلف ؛ حیف ناجی کو نہ پوچھا کس لہر میں بہ گیا

۱۔ محمد شاکر ناجی جوانے بود ابلہ رو، سپاہی پیشہ۔ مزاجش بیشتر مائل بہ ہزل جو
معاصر میاں آبرو۔ بندہ با وی یک دو ملاقات کردہ بودم۔ شعر ہزل خود می دزدید
(می خواند) و مردمان را خندہ می آورد و خود نمی خندید۔ مگر گاہے جستجو
می کرد۔ وطنش شاہ جہاں آباد۔ جوان از جہاں رفت (نکات الشعرا ص ۳۲)

۲۔ محمد شاکر ناجی گویند روئے بہزہ داشت و بہ عنوان سپہ گری عمر
می افراشت طبیعتش اکثر مائل با ہاجی بود (تذکرہ گردیزی قلمی)

۳۔ محمد شاکر ناجی تخلص سپاہی پیشہ بود در مطاوی کہ مصرع شعر برا معنی آبدار
ودیعت می نہاد۔ و بہ درستی طبع و رسائی فکر داد سخنوری می داد وزادگاہ او و دار الخلافت
شاہ جہاں آباد است۔ با برادر فقیر کہ منعم تخلص می کرد و شعر فارسی بسیار بہ تلاش معنے
معنی نیکو می گفت رابطہ اتحاد مربوط داشت۔ گاہ گاہ بتقریب خانہ تشریف می آورد۔
بندہ خود در خورد سالی او را دو سہ بار دیدہ ام مزاجش خیلے مائل مزاح بود۔ اللہ تعالیٰ
رحمتش کناد (مخزن نکات ص ۱۱)

۴۔ محمد شاکر ناجی تخلص۔ از شعرائے شاہ جہاں آباد است شعرش آب و رنگ تازہ
و معنی اش بے اندازہ۔ رد۔ (چمنستان شعرا ص ۳۰۹)

(۱۷) تاباں

میر عبدالحی نام تاباں تخلص مغل زادہ از ہم مجلسیان میرزا مظہر جان جاناں
فرد خوب گفتہ ؎

مضرت ہی تجھے عاشق کے مارے سیتی اے ظالم
کہ ہم تلخی کشوں کا خون یک زہر قاتل ہے

۱- میر عبدالحی تاباں نوجوان بامزہ بود۔ سید نجیب الطرفین مولد او شاہجہان آباد
است بسیار خوش فکر و خوبصورت، خوش خلق، پاکیزہ سیرت، معشوق عاشق مزاج
تا حال در فرقہ شعرا ہمچو او شاعر خوش ظاہر از مکمن بطون عدم و بعرصہ ظہور جلوہ گر
نہ شدہ بود۔ زبان رنگینش پاکیزہ تر از برگ گل گلستان سخن را نازک دماغ بلبل
سمند رنگینی فکرش با گلگوں بادبہار طابق النعل بالنعل است ہرچند عرصہ سخن او
ہمیں در لفظہائے گل و بلبل تمام است اما بسیار بہ رنگیں می گفت از دیدن رنگ و آتش
بے اختیار از دہن من گل کمالش سر می زد۔ نسبت بہ شعر او استاد او را رتبہ شاگردی
او نہ بود۔ با فقیر یک صفائی داشت۔ از چندے بہ سبب کم اختلاطی این ہیچمدان کدورتے
میان آمدہ بود۔ اجلش مہلت نہ داد کہ تلافیش کردہ آید۔ آخر آخر کہ اوائل جوانی
او بود ایں قدر مداومت شراب کردہ کہ ملاقات ہمہ یاران موقوف شد۔ اکثرے از
دوستانش کہ بخانہ او می رفتند او را مست طافح می یافتند و آب بردن این ماجرا
بہ بینید کہ ہشت ہفت روز کہ ودیعت حیات سپردن او باقی ماند یک مرتبہ توبہ کردہ
و بہ ہمہ آشنایان خود رقعہا نوشتہ کہ عزیزان من توبہ کردہ ام شما شاہد و خبر گیران

نقل است روزے مصرع از زبان میر مبارک آبرو بدیہہ طبع زاد گردید
مصرع اینست۔

دہلی کے شاعروں میں اک آبرو ہو آئے

چنانچہ از اہل محفل تاباں در مجلس میرزا مظہر جان جاناں مصرع صدر برخواند
میرزا در جوابش فی الفور این مصرع رسانید ع

جانے سے ایک چشم کے بے آبرو ہوا ہے

(بقیہ گذشتہ) من باشید چرا کہ شراب بہ سبب کثرت استعمال مزاج من شدہ بود از گذاشتن
ایں از خود گذشتن من پر نزدیک می نماید تا غافل از احوال من بودن از عقل بسیار
دور است۔ آخر الامر ہماں شد کہ گفتہ بود۔ حاصل آفتاب تاباں عمر او زود بہ لب بام
رسید معشوق عجیبے از دست روزگار رفت۔ افسوس افسوس، افسوس امید قوی است
کہ حق تعالیٰ مغفرتش کردہ باشد (نکات الشعراص ۱۴۳)

۲۔ نخل بند گلشن بیاں میر عبدالحی تاباں جوانے بود خوب صورت و خوش سیرت
شمع محفل جانہا و چراغ بزم دلہا در خاک پاک ہندوستان نخل حیاتش و بلند شدہ
بود رہمیں گل زمین بہ نشو و نما رسیدہ۔ در عنفوان جوانی خاک مال فلک خوردہ بساط
حیات مستعار برچیدہ، داعی اجل را اجابت کردہ (تذکرۂ گردیزی قلمی)

۳۔ خانہ برانداز محبت خراماں میر عبدالحی المتخلص بہ تاباں جوانے بود در نہایت
حسن و جمال ہم صحبت یاران حال۔ باوجود لیلیٰ فنشی مجنون را آداب محبت اموختی و
باکمال انجمن آرائی شمع وار داغ بر جگر سوختی۔ اخلاق حمیدہ و اوصاف پسندیدہ داشت

مردمان ایں مصرعۂ ثانی را باز بہ سمع میر مبارک آبرو رسانیدند میر فوراً بر زبان آورد

کیا ہوا حق کے گئے سے کور میری چشم ہے　　آبرو جگ میں ہے تو جان جاناں پہ ہے

میرزا مظہر جان جاناں در جوابش فی الفور گفت ؎

مبارک باد تم کو آبرو صاحب سخنور ہو　　بھلے ہو یار ہے ہو خوب ہو کان جواہر ہو

(بقیہ گذشتہ) آخر حال بہ رفاقت نواب عنایت اللہ خاں بہ تنعم می گذراند۔ چوں در خوردن کثرت ہا کرد۔ رطوبت فضلی بہم رسانده مستقی گردید و بہ ہمیں احوال از جہاں رفت

(مخزن نکات ص ۵۳)

(۴) میر عبدالحی تاباں تخلص طوطی است شکر بیان و بلبلے است ہزار داستان آفتاب طبعش بہ نہایت درخشانی و لآلی گراں بہائے سخنش بکمال آشتی است۔ می گویند کہ از وجاہت صوری نصیب وافرے داشتہ بود۔ متانت معیش دل نازک خیالاں را صید می نمود لیکن آخر در عین عنفوان شباب ورق زندگانی بگردانید و بو جہ گلگشت جاودانی گردید

اے ع طفلے کہ خوش محاورہ افتد نہ ماندنی است۔ میر تقی میر در تذکرہ نکات الشعرا او را شاگرد محمد علی حشمت می نویسد و در دیوان خود اقرار تلمذ حاتم می نماید چنانچہ می فرماید ؎

اور بھی رتبہ ہوا ہے تیرے اس کے شعر کا　　جب سے حاتم نے توجہ کی ہے تاباں کی طرف

نیز می گوید ؎

ریختہ کیوں نہیں حاتم کو سناؤں تاباں　　اس سوا دہر سرا کوئی ہند میں استاد نہیں

حاتم در دیوان خود اکثر جا یاد می کند ؎

ریختہ کے فن میں ہیں شاگرد حاتم کے بہت　　پر توجہ دل کی ہے ہر آن تاباں کی طرف

ظاہراً تحصیل علوم بخدمت حشمت کرده باشد و اصلاح شعر از حاتم می گرفت . . . . الحاصل اشعار ہائے ریختہ او بسیار آمد بوقت تحریر ایں کتاب دیوان مختصرے قریب ہفت ہشت صد بیت بدست افتاد۔

(۱۸) یقین

انعام اسد خاں یقین تخلص برادر زادہ میرزا مظہر در خدمت میرزا رسوخ تمام داشت۔ بنابراں میرزا خود بہ تخلص یقین ارشاد فرمودند۔ شاعرِ متین است۔ از اوست

اس کو اب خشم و رضا میرا برابر ہو گیا	حیف مضمون دیکھنے کا بھی مکرر ہو گیا
دلبروں کے نقش پا میں ہی صدف کا سا اثر	جو مرا آنسو گرا اس میں سو گوہر ہو گیا
کیا بدن ہو گا کہ جس کے کھولتے جامے کا بند	برگ گل کی طرح ہر ناخن معطر ہو گیا
آپ سے جب لگ نہ تھا واقف کہاں یہ تھا کہ تو	دیکھتے ہی آئینہ میں منہ سکندر ہو گیا
آنکھ سے نکلے پر آنسو کا خدا حافظ یقین	گھر سے جو باہر گیا لڑکا سو ابتر ہو گیا

۱۔ انعام اللہ یقین تخلص شاعر ریختہ، صاحب دیوان، از بسکہ اشتہار دارد محتاج بہ تعریف و توصیف نیست۔ تربیت کردۂ مرزا مظہر است۔ پدرش اظہر الدین خاں نام دارد۔ با جدش در سرہند ملاقات کردہ بودم۔ بسیار آدم با مزہ یافتہ بہ سلوک پیش آمدہ و ضیافت فقیر کردہ تا دیر نشستہ صحبت مستوفی داشتم۔ شعر بطرز می گوید۔ آمدم بر سر مطلب۔ میاں یقین را مرداں می گفتند کہ مرزا مظہر او را شعر گفتہ می دہد۔ و وارث شعر ہائے ریختہ خود گردانیدہ از قبول کردن ایں معنیش بندہ را خندہ می آید کہ ہمہ چیز بہ وارث می رسد۔ الا شعر مثلاً کسے بر شعر پدر خود یا بر مضمون او متصرف شود ہمہ کس او را دزد خواہند گفت تا بہ شعر استاد چہ رسد۔ القصہ پر ذپوچے

ولہ

طلا اس حسن کے شعلے آگے آب ہو جاتا   اسے گر دیکھتا رد پا پگل سیماب ہو جاتا

(بقیہ گذشتہ) چندے کہ یافتہ است کہ ما وشما نیز می توانیم یافت، ایں قدر برخود
چیدہ است کہ رعونت فرعون پیش او پشت دست بر زمین می گذارد۔ بعد از ملاقات
ایں قدر خود معلوم شد کہ ذائقہ شعر فہمی مطلق ندارد شاید از ہمیں راہ مردمان گمان
ناموزونیت در حق او داشتہ باشند۔ جمع برایں اتفاق دارند کہ شاعری او خالی
از نقص نیست۔ چراکہ شاعر ایں قسم کم فہم نمی باشد از شخصے منقول است کہ
نجانہ عطیت اللہ خاں کہ پسر نواب عنایت اللہ خاں مرحوم باشد یقین نشستہ بود
دمی گفت۔ از آں روزے کہ مرزا دست استادی در سر من داشتہ است شعر من
ترقی کردہ شخص مذکور ایں مصرع نظامی پیش حضار مجلس بہ آواز بلند خواند۔ مصرع
شد آں مرغے کو خایہ زریں نہاد   حاصل او را بیضہ در کلاہ شکست
میاں شہاب الدین ثاقب کہ احوال او نوشتہ خواہد شد نقل می کرد کہ من محض
برائے امتحان نجانہ او رفتم و یک غزل طرح کردم من غزل بالقرم رسانیدم
واز و مصرع موزوں نشدہ اللہ اعلم۔
میاں محمد حسین کلیم کہ احوالش گزشت قصیدہ گفتہ است مسمی بہ روضۃ الشعرا
در و نام تمام شعرا را نقل کردہ از آں جملہ نام ایشاں را نیز آوردہ لیکن بہ کنایہ
غریبے کہ سخن فہم می فہمد و آں اینست۔

بعضے کے شعرداں ہیں ہوا بدگماں بعضے کا سخن فہم   نماط سے ہم نے بوجھا ہیگا مرزا جان جاناں کو

اثر خوبان خندق زیب کی گلیوں میں دیکھا | کہ جو گرتا تھا اشک خون وہاں خوناب ہوجاتا
کمی کی خنجر قاتل نے اسکی پیاس کے حق میں | کئی زخم اور اگر لگتے تو دل سیراب ہوجاتا

(بقیہ گذشتہ) نام مرزا جان جان است و شاعر جان جاناں لستہ۔ چوں اکثر عوام نام مرزا از غلطی جان جاناں گویند شاعر مذکور نظر بر شہرت ہمچنیں موزوں کردہ اگرچہ نمی بایست کہ گفتگوے با خواص است۔ در بزرگ زادگی و شرافت میاں یقین سخنے نیست از خانوادۂ بزرگیست۔ با بندہ ہم آشنائی سرسری دارد۔
(نکات الشعراص ۴۸)

۲۔ صاحب تلاش معنی رنگین، انعام اللہ خاں یقین پسر اظہر الدین خان بہادر مبارک جنگ بنیرۂ حضرت مجدد الف ثانی است۔ نبیرہ نواب حمید اللہ خاں مرحوم شہباز خیالش بہ صید معنی بلند پرواز است وہمائے اندیشہ اش بر قلۂ قاف سخن بر پرفشانی ممتاز، پے اغراق ریختہ گوئی را بر طاق بلند گذاشتہ و تخم معنی در زمین سخن کاشتہ و انچہ از طبعش سرزدہ۔ از فرط شیوع حسن قبول در تمام ہندوستان بر افواہ والسنہ جاری است۔ استفادۂ سخن از افادت گاہ مرزا جان جاں مظہر گرفتہ چنانچہ گوید ؎

جوں نماز اپنی تو صبح و شام لازم کر یقیں | حضرت استاد یعنے شاہ مظہر کی ثنا

بامولف اخلاص دارد و اکثر ہا بہ ملاقات می پردازد (تذکرۂ گردیزی قلمی)

۳۔ صدر نشین بزم شعرائے متاخرین انعام اللہ خاں یقین۔ شاعر صاحب طرز یگانۂ عود وحید دہر است۔ بہ اخلاق حمیدہ انصاف دارد۔ و مصرع از زبانش

اگر تجھ کو زلیخا دیکھتی سب کچھ بسر جاتی | تماشا ماہ کنعانی کا اس کو خواب ہو جاتا
یقیں سوز و گداز اپنے کو گر اظہار یہ کرتا | خدا شاہد کہ آتش کا بھی زہرا آب ہو جاتا

(بقیہ گذشتہ) سحر طرازش بہ ایں ہمہ لطف و خوبی می تراود کہ بہ مجرد استماع دل عشاق قطرات خوں شدہ از دیدۂ فرو می چکد بہ بزرگانش در بلدہ سرہند اقامت داشتند و اکثرے از شرفا و روسائے آں ضلع بخدمت ایشاں استفاضۂ معنی می کردند چوں والد شریفش بہ دار الخلافت رسید حمید الدین خاں کہ ملقب بہ نیمچہ بود صبیہ خود را بر آں بزرگوار نامزد کرد۔ ایں معنی را موجب افتخار خویش دانستہ۔ بالفعل خان موصوف بہ منصب ہزار و پانصدی سرفرازی دارد و پیش ہم چشماں خود معزز و موقر است حق تعالیٰ سلامتش دارد (مخزن نکات ص ۴۹)

۲۔ انعام اللہ خاں یقین شہنشاہ قلم و سخندانی و یوسف کنعان معانی است، طوطی شکر مقال از گلستان ہند برنخواستہ کہ برآں عندلیب ہزار داستان سخن بہ تماشہ گراید و شہسوارے چابک خرام از رایضان دکن پیدا نہ شدہ کہ قصب السبق ازاں فارس میدان خوش تلاشی بربايد۔ بسیارے از شکر مقالان متین خیال پرہ ہم صفیری او بر داشتند، آخر پشت دست بزمیں نارسائی بگزاشتند و اکثر از نازک خیالان شیریں مقالی بہ مقابلہ او برخاستند، آخر از قصور گوش مالی خود بر داشتند از دست۔

یقیں تائید حق سے شعر کے میداں کا رستم ہے | مقابل آج اس کے کون آسکتا ہے کیا قدرت

آرے عندلیب گلکش دم از عصائے ہم دمی عیسیٰ می زند۔ و مزاج عالیش معانی نازک

ولہ

نہ مرتا میں اگر صدقے ترے جانے کے کام آتا　　گر سنہ ناز کا تھا گالیاں کھانے کے کام آتا

(بقیہ گذشتہ) می گزنید۔ ہر قطرہ کہ از سحاب خامہ اش بچکید۔ لالی گرانبہا شد۔ و ہر سطرے کہ از و سر زد فرحت عطا کن جانہاست۔ معنی آفرینان ایں زماں از نام تضمین کلامش گرم بازاری می دارند و خوش تلاشان ایں عصر از اصفائے نام نامیش دست بگوش می گذارند۔ چنانچہ می گوید۔

حق کو یقیں کے یارو بر باد مت دو آخر　　تم نے سخن کی طرز یں اس سے اڑائیاں ہیں

عزیزے می گوید۔ رباعی

جس طرح سے لاتے ہیں مضامین متیں　　اشعار میں ریختہ کے سودا و یقیں

ایسا کوئی نیں ہند میں ہرچند کہ ہیں　　سجاد و کلیم و میر و درد و تمکیں

اگرچہ یقین است کہ مرزا سودا در غزل و رباعی و مخمس و مثنوی و قصیدہ و قطعہ بند وغیرہ اشعار ریختہ رتبہ رفیع می دارد، و عالی تلاشی فراوان می نماید لیکن در ریختہ یقین فصاحت و ملاحت دیگر است۔ مولفہ

اگر ہزار برس تک یہ میرزا سودا　　کرے جو فکر تتبع یقین کا از دل و جاں

کہے گا معنی باریک و خوب شیریں تر　　ولے نزاکت و یہ لطف و یہ قبول کہاں

الحاصل یقین یکتائے عصر و یگانہ زمانہ است۔ چشم روزگار چنیں معنی آفرینی نکتہ رس ندیدہ و گوش سپہر دوار مثل ایں والا منشی آتش دم نشنیدہ۔ سخن سرایان دانا گوہر دانش پرافشاں گرامی قدر مصرع طبع زادش را چوں خیال مصرع قامت

یہ کوہ طور سرمہ ہو گیا سارا ہی کیا کہئے — کوئی پتھر بھی بچ رہتا تو دیوانے کے کام آتا
بتاں خون کر کے میرا سب لگے آپس میں ہل کہنے — یہ کافر جیوتا رہتا تو بت خانے کے کام آتا
اڑادی اس ہوا نے مشت خاک میکشاں ناحق — غبار ان کا اگر رہتا تو پیمانے کے کام آتا
لیا گھیر ان یقین نے عشق کا آتشکدہ سارا — کوئی شعلہ جو بچ رہتا تو پروانے کے کام آتا

خوباں بہ دل جامی دہند و بیت نقش لب گلکش را چوں بیت ابرو بر چشم می نہند۔ فی الواقع اگر آں سحر پرواز دعوی اعجازی کرد سخن سازان را بجز ایمان آوردن چارہ نبود و ایں آیۂ گراں مایہ "واعبد ربک حتی یاتیک الیقین" زنگ شبہ از آئینۂ دل میزدود۔ و گلشن جاوید بہار انش از آبیاری میرزا مظہر طراوتے پذیرفتہ و ایں طوطی شکر مقال شکر بیانی از آں عندلیب نغمہ خواں چمن معانی گرفتہ است و اکثر جا میرزا را از راہ استادی یاد می کند و حق شاگردی خود بزبان می آرد۔

جیوں نماز اپنے پہ صبح و شام لازم کر یقین — حضرت استاد یعنے شاہ مظہر کی ثنا

نیز در جائے می نویسد

سایہ بے شخص ٹھہرتا نہیں کہتا ہے یقین — آپ سے مجھ کو جدا حضرت مظہر نہ کرو

میرزا مظہر جان جاں چوں حسب گفتاری یقین بایں درجہ دید با ریختہائے کہ پیش ازیں سنز و طبعے میرزا شدہ اکتفا کردہ از شعر ریختہ دست کشید۔

حاکم بیگ خاں روزے با فقیر نقل می فرمود کہ انعام اللہ خاں یقین را در سنہ تسع و ستین و مائہ والف ملاقات نمودم پسر خوبے متواضع بہ نظر رسید اشعار خود بسیار خواند و استعمال تریاک باوجود صغر سنی کہ سی (۳۰) نخواہد بود بحدے داشت کہ تمام رنگت ویش رنگ کہربا گرفت بعد انتقالش اکثر اشخاص در ہمہ سنہ شہرت دادند و گفتند کہ ایں یوسف مصر سخندانی چو یا فتہ اخوان است بل مقتول بعقوبت است انتہی مقالہ۔ بنابراں از خاطر راقم السطور تاریخ وفات یقین چنیں بر خاست تاریخ

(۱۹) احسن

احسن اللہ تخلص عجب ریختہ ایہام تصنیف نمودہ لطف خاص دارد بلکہ عدیم المثال توان گفت۔

صبا کہیو اگر جانا ہے تو اس یار دلبر سوں — کہ کر کر قول پرسوں کا گئے برسوں ہوے پرسوں
نہ قاصد وعدہ کرتا ہے گا پرسوں کا کہ پھر آوں — کبوتر ہی نہیں آیا گلی اُسکے سیتی برسوں
ترس کچھ بھی نہیں اے شوخ اتنی کیا ہی ترسانی — ترے دیدار بن میں دیدۂ تر سوں گہر ترسوں
نئی دل سے یہ مجھکو نت نیا سودا ہے آ ظالم — عجب ہے پھر کے کہ یو تیل نکھاوے مرے سر سوں

بقیہ حاشیہ گذشتہ

شاعر نازک سخن و خوش خیال — کرد سفر جانب ملک عدم
سال وصالش خرد نکتہ سنج — گفت یقین رفت بسوے عدم

...... الحاصل پدر یقین اظہر الدین خاں بہادر مبارک جنگ از ارکان شاہجہان آباد، ست نبیرہ شیخ مجدد الف ثانی و نبیرہ نواب حمید الدین خاں مرحوم میشود۔ گل گشت زیواسته جمیع را استہزائے وابتہاجے بخشد۔ چمنستان شعرا ص ۱۹۱

۱۔ میاں احسن اللہ مردے بود معاصر میاں آبرو۔ طبعش بسیار مائل بہ ایہام بود ازیں جہت شعر او بے رتبہ ماند دیگر احوالش معلوم من نیست (نکات الشعراء ص ۲۸)

۲۔ احسن اللہ بہ آبرو ہم طرح بودہ و در سخن تلاش معنی تازہ نمودہ شعر را بہ طرز ایہام می گفت و در معنی رشتہ فکرت می سفت۔ سالے چند زیں بیش چشم از نظارہ دنیا پوشیدہ و چہرہ بہ نقاب خاک کشیدہ (تذکرہ گردیزی قلمی)

عجب نیں ابر گر جلتوں کو تو بل سیں جلا جاوے | گیا ہے یار میرے بر سوں تو کہتا ہے میرے جی
زلف تیری معنبر ہے عطر فتنے سیتی تر ہے | الٰہی آبرو رکھ لے پڑا ہے کام ابتر سوں
غزل اب احسن اللہ اس طرح تجھ سے بن آئی ہے | جواب ابرو کب لا سکے مضمون ابتر سیں

(۲۰) زانی

از قوم افاغنہ پیر خاں نامی باشندۂ دار السرور برہان پور تکیہ در زین آباد دار و تخلص زانی قرار دادہ بود۔ نہ فی الحقیقت بلکہ تمام عمر خود کہ یک صد و دہ سالگی عمرش وفا کردہ بود گاہے نزدیکی زنان نہ داشت تا بہ زنا چہ رسد طبعش راغب ہجو۔ تمام دیوان در ہجویات گفتہ است۔ اگرچہ آوردن چنیں اشعار قبیح مناسب نہ داشت لیکن رنگینی طبعش بلیغ و مستحسن متصور افتاد۔ وقت رحلت طرفہ ریختہ حسب حال تصنیف نمودہ از دست ریختہ۔

۳۔ احسن اللہ معاصر میاں مضمون و آبرو بود۔ بہ روبیہ شعرا اینہا تلاش لفظ تازہ و ایہام می کرد اما از غایت ہجوم الفاظ معنی شعرش کمتر بہ نظر می آید (مخزن نکات ص ۲۲)
۴۔ احسن اللہ احسن در ریختہ سنجی یگانۂ روزگار و صاحب تلاش معنی پر کار است۔ از بسکہ طوطی طبعش شکر ایہام می ریزد از صفائی مرات اظہار می گریزد۔ و در عصر آبرو ظاہرا عرصۂ زندگی بسر می داشت و خود را در موزونان ہم عصر ممتاز می پنداشت۔ بنان کلکش لآلی معانی می افشاند و مشاطۂ طبعش عروس سخن را بوجہ احسن بہ کرسی رنگینی می نشاند۔
(چمنستان شعرا ص ۳۲)
پیر خاں زانی تخلص مستوطن خجستہ بنیاد است از چندے در برہان پور بسر می برد۔ می گویند کہ

دو ہاتھ دھر کے نعش پہ لاچار ہو چلے ....دکھا کے یار کو اغیار ہو چلے
دولہ بنا کے آپ کو تخت رواں اوپر کاندھے پہ چار شخص کے اسوار ہو چلے
سر سہرا اندھا کے براتی لئے ہیں سات کرنے نکاح گور سیں اسوار ہو چلے
تھی بھیڑ بھاڑ منزل اول تلک بہت آگے غریب و بیکس و بیمار ہو چلے
ہے کون آس پاس کسی کو خبر نہیں لاچار سر و بجانت یک بار ہو چلے
عف عف سگوں کی سنکے جفائے رقیب دیکھ دلبر کے دست جور سیں بیزار ہو چلے
چلنے سیں جس طرف کے.....خوف سیں ....لے ہاتھ صاحب تلوار ہو چلے
دو چار دن کی لذت دنیا کے واسطے اندر عذاب اللہ کے گرفتار ہو چلے
زاتی امید عفو ہے پروردگار سیں بخشے گا ان کو جو کہ گنہگار ہو چلے

اعظم (۲۱)

سید اعظم تخلص اعظم، برہان پوری مرد شیریں سخن و سخنور است از او ست

دل شمع من گل ہو جلانا مزہ جانا معشوق کے اسرار چھپانا مزہ جانا
تجھ زلف سیہ تاب میں ابرو کے کنڈل جانا ظلمات میں جیوں خضر نے آنا مزہ جانا

از او نمی زیست و شعر ہزل بطور خود می گفت و بسیار مردمان بزرگ را ہجو نمودہ و لمزو ست خود دیوان جمع نہ کرد مگر یاران مجلس او دریں جہد کروند قریب دو ہزار بیت دیوانے فراہم آمد چنانچہ بوقت تحریر این تالیف بہ نظر رسید۔ دل نخواست کہ بہ مطالعہ رو گردید و از ان اشعار چیدہ انتخاب نماید (چمنستان شعرا ۱۲۰)

کعبہ کی عبادت میں حلاوت نہیں پایا   محراب میں تجہ بھوں کی دوگانا مزہ جلا

(۲۲) قایم

قایم میر محمد قایم باشندۂ برہان پورا، خوش فکر و بدیہ گو بود دیک بیت تا یہلے ہشت بازی گنجیفہ بستہ و اکثر شعرا می گہمت از اوست۔

تاج و سفید و سرخ غلاموں کی لے قماش   شمشیر جس کے جنگ برات اسکے ہاتہ ہی

ولہٗ

بات پاتا ہے بے قراری کی   چوں نہ بولوں کہتا پیاری کی
پان کی نوک سے تنبولن تو   مت بتا او چھریں کٹاری کی
لب و دنداں اوپر ترے اے لال   صدف دل نے درشاری کی
آسماں جا چھپے ہیں مہر و وفا   لیک ہے تیری کناری کی
رات دن کے ورق پھرا قایم   چرخ میں جگ سیں حیلہ کاری کی

(۲۳) کامل

سید محمد کامل برہان پوری۔ طبع عالی داشت و تمام عمر خود را در گفتن مدح و مرثیہ حضرات صرف نمودہ دیگر شعرا اصلاً و مطلقاً گاہے قصداً و عمداً بر زبانش نہ رفتہ۔ سبحان اللہ چہ سعادت مندی او بہ تحریر قلم آید۔ چند مطلع مرثیہ ہائیش نوشتہ می شود از شعر اوست۔

اے فلک کس کے سبب تی ساماں ہیں تو   اے زمیں خاک بسر کیوں کہوں حیراں ہی تو

اے صبا کس کی جہت آج پریشاں ہے تو   نے سحر کس کے الم چاک گریباں ہے تو

یک مطلع دیگر از مرثیہ گفتۂ اوست، شاید ہمچو مضمون ہیچ کس از شعرا نہ یافتہ باشد و نخواہد یافت، این است

فلک پر مضطرب ہو ماہ نو شمشیر کھینچا ہے   قیامت انتقام آل احمد دیر کھینچا ہے

و اکثر اعزہ کہ معتقد ع اوقات میر تقی کو برائے گفتن ریختہ می شدند حسب ضرورت ریختہ گفتہ می داد لیکن رسوخ و اعتقادے کہ داشت از ہر شعرش ظاہر است۔ و در ہر مقطع قطع سخن کردہ۔ ریختہ از اوست۔

آتا ہے خط رخ شہ خوباں کے آس پاس   جیوں فوج مور تخت سلیماں کے آس پاس

آسودگی کی شام غریباں دیکھیں محال   جانا اگر ہے زلف پریشاں کے آس پاس

دست گدا کو بار کہاں گرد کی منن   نعزی بسی نہ آئے ترے دامن کے آس پاس

نکلے ہیں خار در دل بیمار ہجر میں   مژگاں نہیں ہیں دیدۂ حیراں کے آس پاس

گلرو نے جب سے گلشن آفتاب کو دی طرب   پھرتا ہے دل جو سوز و تبا ہے کے آس پاس

جانے نہ آسیائے فلک سے ہوا کوئی   دانا اگر ہے مت پھرے دوران کے آس پاس

کامل اگر خیال طواف حرم ہے تو   قرباں ہو درگہ شہ مرداں کے آس پاس

ابدال (۲۴)

مرزا ابدال بیگ۔۔ مغل زا، از بخارائے ولایت، باشندۂ برہان پور دانند تے در رفاقت احقر بستند۔ کم گو و کم ملاقات اکثر اوقات کہ خطوط بجانب دوستاں تحریر می نمایند نظم ہندی بسیار مطبوع۔ و ریختہ ہم می گویند شعر صاف بطور متقدمین است۔

دل جب سیتی تجھ عشق میں مجھ سے جدا ہوا — بھڑکا جلا، موا نہیں معلوم کیا ہوا

کیا بے وفا ہے دل کہ تری یک نگاہ سیں — بیگانہ ہو کے مجھ سے ترا آشنا ہوا

کوچے سے آہ آج پری رو کے دل مرا — آیا نہیں ہے پھر کے اسے کیا بلا ہوا

سینے میں آہ دل میں طپش اشک چشم میں — شہرہ عاشقی کا مرے جا بجا ہوا

غمزہ سیں مارتا ہے جلاتا ہے ناز سیں — کیا ملک حسن کا صنما تو خدا ہوا

کیا مہربان تھا جبکہ نہ تھا عشق آشکار — اب بھوں چڑھا ہلال من کم نما ہوا

آئینہ آل عکس یار ہے دل میں جدھاں ستی — درپن نمن تدھاں سے ترا دل صفا ہوا

فضلی (۲۵)

شاہ فضل اللہ درویش متوکل صاحب کمال در بلدہ اورنگ آباد خجستہ بنیاد اقامت داشت۔ شعر دو معنی اکثر می گفت۔ چند فرد از اوست

۱۔ فضلی راست، مثنوی ایں ہم یک نظر دیدہ ام۔ شاہ خوبے بود۔ نکات الشعرا ص ۱۰۱

۲۔ شاہ فضلی دکھنی طبع بلند و فکر ارجمند دارد (تذکرہ گردیزی [illegible])

۳۔ افضل الدین خاں فضلی تخلص بجمیع فضائل انسانی مشہور است بہ تخصیص در شیوہ سخن سرائی ممتاز روزگار خود بود۔ مرزا ابوطالب می گفت کہ ایں عزیز بہ فرمائش شخصے در تعریف حسن شاہزادہ مثنوی با تعدد شعر با ایں ہمہ نازکی و پرکاری موزوں کردہ است کہ اکثر مردم آں دیار نرگس آسا بر بیاض دیدہ قلمی می سازند و از شہرے بہ شہرے می برند در حقیقت دو سہ جا ربہ جشن کہ وزان جیلہ مجمل سوانح اہل ہند است خالی از حسن و لطافت نیست (مخزن نکات)

تری شمشیر پر تلے ملکے کوئی عصر ار تیغ ابرو کو
لکھا ہے بو علی نے آب زر میں کہ سونے سے مسافر کو خطر ہے

۴۔ شاہ فضلی از اکابران عصر بود و گوے معنی از ہمسران می ربود اشعار ایہام بسیار
می دارد (چمنستان شعرا ص ۴۸۳)

۵۔ شاہ فضل اللہ نقشبندی فضلی تخلص پسر سید عطاء اللہ اورنگ آبادی است۔
درویش صفاکیش و عارف کامل جمیع علوم بود مدتے در لشکر غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ
مرحوم بوجب حکم حضرت رسول مقبول بود و ہمیں سبب بود کہ خان فیروز جنگ اکثر از قلت جمعیت بر بسیارے مقہوران فتح و ظفر
می یافت نواب عضد الدولہ بہادر کلام اللہ خط مبارک حضرت امام رضا علیہ السلام کہ از کتاب خانہ امیر الامراء حسین علی خاں
یافتہ بود بہ ایشاں سپرد۔ الحال آں قرآن مجید در قلعہ دولت آباد دکن است کہ میاں محمدی پسر شاہ ہمہ بنود آں کمال
درویش بہ چہرہ مبارک نورانی او ظاہر بود جامعیت داشت رسالہ "زاد راہ" در علم سلوک از و یادگار
است قصہ "چتر مکھ بھبوکا" و قصہ "پریم لوکا" بزبان ہندی گفتہ و ایہام خوب دارد اشتہار
یافتہ اند و در فارسی و ہندی نیز اشعار او صاف و شیریں است (تحفۃ الشعرا قلمی)

۶۔ فضلی دکھنی افضل الدین خاں از قدماست در تعریف یکے از شاہزادہائے دکھنی
مثنوی بہ محاورہ دکھنی گفتہ (گلزار ابراہیم قلمی)

مخزن نکات اور گلزار ابراہیم کے بیانات مشتبہ ہیں۔ دونوں نے جس مثنوی کا ذکر کیا ہے
انکا صرف ایک شعر دونوں تذکروں میں نقل کیا گیا ہے۔ دوسرے تذکروں میں یہ شعر قطعاً نہیں
نیز گلزار ابراہیم میں ایک شاعر فضل کا حال یوں لکھا ہے "فضل دکھنی شاہ فضل علی معاصر
شاہ نجم الدین آبرو بود" اس سے یہ شبہ زیادہ قوی ہو جاتا ہے (س۔م)

(۲۶) داود

مرزا داود بیگ مغل از باشندۂ خجستہ بنیاد اورنگ آباد۔ اگرچہ بر کتاب صرف و نحو وغیرہ عبورے نہ داشت لیکن در کلام او نغز شے ظاہر نیست۔ عزیز خوش طبع و خوش فکر اکثر تازہ مضمون طرح نمودہ۔ معاصر شاہ سراج بود در ایام خورد سالی پیشہ کار چوبی اختیار نمودہ لیکن بعد ازاں بہ فکر رسا وحید دہر گشتہ بلکہ در محفل شمع وار داعیہ سربلند داشت و بہ شعلہ فکر پروانہ دلہامی سوخت، سراج را مثال چراغ بے نوری انگاشت۔ روزے یک بیت بہ خطاب شاہ سراج از شبستان خاطرش سرزد ایں ست

چرب زبانی نہ کر بزم سخن میں سراج
تیغ سیں گل گیر کی ورنہ کٹے گا سراج

چوں شرار ایں بیت بہ پردۂ گوش شاہ سراج رسید بے اختیار از سوختگی

۱۔ مرزا داؤد داؤد تخلص می کند۔ شاگرد سعید صاحب (سید عبدالولی عزلت) است ایں قدر ہم از زبان سید صاحب بہ تحقیق رسیدہ۔ اللہ اعلم۔ بارے مصرع را درست موزوں می کند۔ (نکات الشعراء ص ۱۱۱)

۲۔ مرزا داود۔ داود تخلص شاعر یست ادا بند و موجد خیالات ارجمند شکر بیانی از سخنش پیدا و خوش الحانی از نامش ہویدا است۔ در ریختہ اکثر تتبع ولی می نماید و می گوید۔ سند یوں ہے تجھے مصرع ولی داود۔ کہ تجھکو شور قیامت ہے بے نیاز کیا۔ ذیل جائے می نویسد۔

آہے کشیدہ واز زبان بر آوردہ

نہ بھول کسب قدیمی کو اپنے لئے مرزا
وگرنہ بچہ کہیں کارچوب ہوویگا

(۲۷) عاجز

عارف الدین خاں عاجز تخلص عرف میرزائی، اکثر اوقات خود اوایل به تجارت مصروف داشتند مبلغے در سفر گجرات که طریق قرض به فخر الدولہ ناظم آں ملک معاونت نمودند۔ از ہنگامہ اشقیا مقدمہ دولتش برہم خوردہ زر ایشاں نیز رائگاں رفت۔ دست از وے برداشتہ بہ خجستہ بنیاد آمدند خیلے سریع الفکر و بدیہ گو و ہر سخن کہ از ایشاں سر زد میشود مربوط و ذومعنی و در گفتن تاریخ عدیم المثال معہذا طبع ایشاں بہ اظہار سخن

کہتے ہیں سب اہل سخن اس شعر کو سن کر   تجھ طبع میں داؤد دہلی کا اثر آیا

بزبانی مرزا جمال اللہ عشق تخلص کہ خلف الصدق اومی شود معلوم شد کہ میرزا داود در سنہ سبع وخمسین ومایۃ والف وفات یافت۔ راقم سطور می گوید تاریخ

بلبل گلزار معنی طوطی رنگیں بیاں   از غم آباد جہاں بگذشت چوں تیر از کماں
مصرع تاریخ بگوشش گفت از من ہاتفے   کہ برفتہ میرزا داود از فانی جہاں"

دیوانش قریب پانصد بیت بہ نظر در آمد (چمنستان شعرا ص ۸۷) ------- قلمی

۴۔ داؤد تخلص، شمس داود بیگ از موزونان عہد محمد شاہ فردوس آرامگاہ بود اکثر بیاد ہم ا

اصلاً و مطلقاً نہ بلکہ احدے را از اشعار خود مطلع نمودند تا بہ نوشت و خواند چہ رسد
از انجا کہ این احقر بہ ایشاں محبت تمام دارد و ہم سخن گوئی بہ برکت فیض ایشاں
اکثر قصاید بے نقط وغیرہ معہ غزلیات دیوان فارسی ترتیب دادہ و اشعار
متفرقہ ہندی نیز بہ دستور معروف جمع نمودہ دیوان ہندی ایشاں مرتب
ساختہ۔ طرفہ دیوانے مرقوم گردانیدہ اکثر ریختہ ہائے صنایع مثل دو بحر و سہ بحر

۱۔ عارف علی خاں عاجز تخلص۔ دہ دوازدہ سال شدہ باشد کہ در شاہجہان آباد
تشریف داشت بندہ شعر او شنیدہ بودم از چندیں بہ سمت دکن رفتہ اکنوں از زبان
سید مذکور (غزلت) بر وضوح می پیوندد کہ در برہان پور است دیگر بر حسب و نسبش اطلاع
ندارم زبانش بہ زبان اوباشان است اکثر ریختہ در بحر کبت می گوید (نکات الشعراء ص ۱۰۲)
۱۔ عارف علی خاں عاجز ریختہ را ہموار می گوید و در ریختہ بنیاد می گذراند (گردیزی)
۳۔ عارف الدین خاں عاجز پہلوان شہ زور سخنوری و رستم یلِ شور معنی پروری
ہنگامہ دریائے شیریں مقالی ضیغم نیستان نگیں خیالی۔ شاعریست زبردست و معنی
آفرینیست صاحب قدرت زمین ہائے سنگلاخ ریختہ طرح می کند و قوافی تازہ و
دلچسپ بکار می برد۔ و ہیچ جا عاجز نمی ماند چنانچہ خود می گوید

کہتے ہیں سنگلاخ زمینوں میں ہم تو شعر — پاتا ہماری شوخی معنی کو ہے بکٹ

روزے در حیدر آباد با فقیر ملاقات کہ ملاقات اول ہموں بود دست داد اشعار
خود بسیار خواند۔ گفتم کہ با وصف غلبت تخلص عجز (عاجز) از بہر حیثیت کلامش غالب
می شد فرمود کہ در ظلمات انحصار آب حیات غلبیت موجود است و ایں بیت مرزا صائب علیہ الرحمہ خواند

وچار بحر لطیف و نثر مرتب از دیوان مذکور معلوم خواہد گردید بالفعل ریختہ چند
ازاں بہ تحریر قلم می آید۔

عرق جب اس پری کے چہرۂ پرنور سیں ٹپکے
خجل ہو گل سیں شبنم جیوں ہوا سورج سیں ٹپکے

اگر اس زلف مشک آمیز سیں جینی میں بال آوے
عجب نیں عطر عنبر کاسۂ فغفور سیں ٹپکے

مری آنکھوں سیں خونیں اشک یوں گرتے ہیں پلکاں پر
لہو سولی کے اوپر جیوں سر منصور سیں ٹپکے

اگر کیف سخن میرا نہال تاک کو پہنچے
جراحی شاخ ہو جاوے شراب انگور سیں ٹپکے

بھروں جب آہ کا دم اپنے گلگوں پوش بن حاجز
دم اسرافیل کا لو ہو ہو بانگ نشور سیں ٹپکے

ولہ

خوش زلفوں کے غم میں گلدام داغوں سیں دل بن گیا میرا موروں کی مانند
سینہ میں آہوں کے رشتے لپٹے ہیں میرے کالی کمندوں کی مانند
دل لالہ رویوں کے غم کی ضیافت کو جب سے قبولا ہے دم پخت ہو ہو
ہر دم ہزاروں ہی داغوں کے قرصوں کو چپتا ہوں سینہ میں تنوروں کی مانند

افتادگی ز خاک برآورد دانہ را گردن کشی بہ خاک نشاند نشانہ را
اکثر اشعارش چہ از فارسی و چہ از ریختہ بنا بر بے پروائی او تلف شدند
و کسانیکہ ہر چہ بہ زبانی او شنیدہ بہ صفحۂ قرطاس نوشتند باقی ماندند ورنہ او دماغ
تحریر مسودات خود نمی دارد و طبع زاد خویش را نزد سامعان یاد می خواند۔ بے شائبہ ریب
در شعر ریختہ میرزا بیدل وقت است۔ در بحر جھولنہ و کبت و اشلوک و دیگر
ابجلہ تازہ ریختہ ہائے متعدد دوارد و می گوید کہ ع بہ دستم ہر چہ آید می نوازم۔

ولہ

فلک سرکش ہوا اس بار غم سیں چرخ کھا دوہرا　　رہیگا تا قیامت میں ہمارے درد کا شہرا
لکھوں زہرہ جبین کے گال کی ذرہ اگر خوبی　　کروں میں صفحۂ خورشید پر یاقوت سیں ہیرا
لکھوں کیا خوبیاں وہ حسن عالم تاب کی عاجز　　وہ رنگ مہر کی روشن جبیں سیں ہو گیا زہرا

ولہ

بغیر از وہ لب شیریں مجھے خوش نیں شکر پارے　　حلاوت فہم دل کہتا ہی میٹھے جگ کے ہیں سب کھارے
وہ گل رو کے لگا یا عنبریں زلفوں کے ہاں تنے　　گلستان دل کے چشموں میں گل شب بو کے فوارے
طبیب اٹھ جا سرہانے سیں علاج اب ہو چکا میرا　　جہاں میں کہیں بھی جیتے ہیں دیوانے زلف کے مارے

ہیچ آتش زبانے در دکن نیست کہ با د مقابلہ برخیزد و کسے چرب بیانے درین مرز و بوم نہ کہ پیش او شورے برانگیزد۔ موزونان این سرزمین بیدست شدہ بہ ناخن از چشم گوش می گیرند و فصیحان این جا بدہن بستن خود از پا افتادہ خط بر بینی می کشند۔ مورخ بے بدل است قصۂ "لعل و گوہر" جلد پانصد بیت بہ نظر در آمدہ گوا ہر گرانبہائے معانی تازہ ترصیع نمودہ ..... دیوان ریختہ اش کہ جلد یک ہزار بیت کسرے زیادہ است بہ نظر در آمدہ

(چمنستان شعرا ۴۶۳)

۵۔ عارف الدین خاں عرف مرزائے عاجز تخلص اورنگ آبادی بلخی الاصل است پدرش در زمان سلطنت عالمگیر بادشاہ از بلخ بہ ہندوستان آمد غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ بہ منصب سرافراز گردیدہ با خود داشت بعد از انکہ پدرش وفات کرد خاں مشار الیہ صغیر بود از انجا کہ ز حضرت کریم رحیم بندہ ہائے خود را ضائع نہ می گذارد بہ فضل عمیم از فہم و دانش بہرۂ وافر بخشید چوں بہ سن تمیز رسید

خدا جانے دوانا دل کدھر جا بارہا میرا | صبح سیں شام لگ آہوں کی دوڑاتا ہوں ہر کارے
ملا لے دل کو میرے پھر گویا وہ جانتے کچھ نیں | جہاں ہیں گم ہوئے تم سری جان عیارے
رسید پہنچا دو شاہ حسن کوں جلدی سے جاں ہووے | لے ٹانڈا اشک کا لے دل تو سوائی بنجارے
سمجھایا دلبر جانی کہ آخر ابر رحمت نے | رقیبوں نے نپٹ دھکائے تھے غم کے انگارے
ہے ہو وہ من ہرن کے من کہ چھیتوں سے نپٹ عاجز | جنھوں نے بارہا جا دشت میں شیروں کو للکارے
شب اس مہتاب رو کوں دیکھ کر عاجز عرق آفشاں | کلیجہ پھٹ گیا مہتاب کا گننے لگا تارے

به دستگیری و عنایت نواب سید لشکر خاں بہادر نصرت جنگ صوبہ دار اورنگ آباد
به عطائے منصب و خطاب خانی سرافراز گردیده به جاگیر قلیلے اوقات بسری برد. در
روز ہا بخدمت بخشی گری رسالہ سواراں کہ نواب نامدار مذکور سربلند فرموده سرگرم
خدمت دستعد جاں شانیست نشہ شجاعت ہم دارد و با فقیر حقیر از طفولیت ہمدم
و یکدل است. از روئے اشفاق بدیدن احقر تشریف ارزانی می فرماید. در کوتوال پورہ
بلده اورنگ آباد احقر العباد مکانے ساختہ روزے قدم رنجہ داشتہ بود فقیر از راه شوخی
جرات نمود کہ دعوائے تاریخ گوئی دارند تاریخ ایں مکان ہمیں زماں بدیہہ بر زباں آرند
تبسمے کرد و گفت چہ صلہ خواہند داد. گفتم ہرچہ بخواہند. لمحہ سر در گریباں فرو برده
بخود وجد نمود دریں قطعہ تاریخ بدیہہ فرمود.

منزل عیش بہ از چار محل | کرد بنیاد چو مرزا افضل
گفت تاریخ بنایش ہاتف | منزل جاه و مکان افضل

فہم عالی دارد بہ طبع رسا در اشعار فارسی و ریختہ ہندی از نازک خیالان است
و تاریخ گوئی بے بدل دیوان فارسی و ریختہ ترتیب داده (تحفۃ الشعرا قلمی)

(۲۸) رسا

ابوالحسن رسا تخلص فکر رسا داشت مسکنش بالاپور متصل صوبہ ایرج پور مزارش نیز در بالاپور واقع است، صاحب دیوان و از رفقہائے حفیظ الدین خاں بہادر بودہ اشعار اوست۔

بسکہ دل محو خیال چشم نرگس فام ہے — ہر طرف مد نظر موج گل بادام ہے
بلبلیں شعلے پہ جھڑ مارتے ہیں جیوں پتنگ — بے مروت بے وفا نا مہرباں خودکام ہے
حاجت جال و قفس لے پر جفا صیاد نہیں — رشتۂ تد نگہ مجھ ناتواں کا دام ہے
التجائے ساغر سرشار ساقی میں رسا — ہر نگاہ مست انکی مد بھرا اک جام ہے

ولہ

مکھ سیں دلبر کے وا نقاب کرو — حسن کو اسکے بے حجاب کرو
ذوق پابوس ہے اگر دل میں — حلقۂ چشم کو رکاب کرو
جام مے کی ہوس کو خواہش ہے — دل کو مسر کے بے جا کباب کرو
طبع میری بلند ہے یارو — ہے بجا گر رسا خطاب کرو

(۲۹) وفا

آقا محمد امین وفا تخلص خلف الصدق حکیم محمد تقی خاں متوطن ایرج پور اہل صفا و در اخلاص با پر وفا صاحب طبع بودہ است از اوست۔

عجب میں تجھ طرف اے دلربا عاشق کے پھیر ہیں — دل و جاں چشم و گوش و عقل و ہوش سب محو تیرے ہیں
اگیگا سبزۂ خط آبداری سیں تری مکھ کی — نہیں تن میں جو دانہ ہائے خال پھیر میں

دسے جیوں آشیاں ہر حلقہ جعد معنبر ہو ۔ وفا یک زلف میں کئی طائر دل کے بسیرے ہیں

ولہ

دو جہاں کو ترک کر اک دلربا کے واسطے ۔ اب غودی سیں باز آئے دل خدا کے واسطے
گھیر سے جامہ کے ہوں میں بند گھیرے میں تھا ۔ دل کی گھنڈی بن کے میں تیری قبا کے واسطے
بل گئے بلدار چہرہ پر ترے عاشق کے دل ۔ پینچ میں ہم کو لپیٹا کس خطا کے واسطے
سرخروی ہو مجھے تا دستگیری سیں تری ۔ خوں مرا پامال کر رنگ حنا کے واسطے
محضر دل خاکساری سے قبولیں مہر وصل ۔ خاک رہ میں ہو رہا کس نقش پا کے واسطے
خال و خط نے پیو کی مجھ دل میں نکالا ہی دھواں ۔ تخم ریحاں کا کرو شربت دوا کے واسطے
نہ لگا خوبی کو اپنی بے وفائی کا کلنک ۔ مت وفا سے ترک کرنا خدا کے واسطے

۱۔ وفا شاعر نیست خوش گو (چمنستان شعرا ص ۱۱۳)

۲۔ آقا امین ایلچ پوری تخلص وفا پدرش حکیم محمد تقی خاں در عمل صوبہ داری امیر الامرا السید حسین علی خاں بہ امارت رسیدہ بہ عالم تقارفت بعد فوت پدرش تلاش منصب جاگیر نکردہ در بلدہ ایلچ پور صوبۂ برار ..... یافت وجہ بومیہ حکام انجا قانع و خورسند است بہ علم عربی و حدیث و فقہ آشنا است طبع نظم و نثر دارد در بلدہ ایلچ پور روضۂ منورہ کہ حضرت شاہ عبد الرحمان با علو شان است ہر سال عرس ایشان خلایق بسیار جمع می آیند روشنائی چراغاں بہ تکلف تمام می نمایند در تعریف چراغان فقرات نثر و ابیات نظم خوب گفتہ (تحفۃ الشعرا قلمی)

عزلت

ہم دریں زمین شاہ عبدالولی سورتی کہ فضل و بلاغت و کمال ایشاں از تحریر و تقریر بیرون است، ریختہ پر مضمون و موزوں نمودہ و در ایام آصف جاہ نظام الملک بہ خجستہ بنیاد آمدہ۔ چند گاہ با نواب مرحوم ہم صحبت بودند۔ محاسن را می تراشیدند۔ ہیچ احدے از فضلا و علمائی توانست

۱۔ سید عبدالولی سلمہ اللہ عزلت تخلص از سورت اند، خلف الصدق حضرت سید سعد اللہ قدس سرہٗ سورتی کہ مستند عالمگیر بودند، درویش وضع عالم فاضل بزرگ متوکل مشق شعر فارسی ہم کردہ اند لیکن مزاج اوشان میلان ریختہ بسیار دارد تازہ وارد ہندوستان کہ عبارت از شاہجہاں آباد است شدہ اند نسبت تمام بہ سخن دارند۔ از اسالیب کلام شان واضح می گردد کہ بہرہ بسیار از دردمندی دارند و با ایں ہمہ کمال ایں قدر وسعت مشرب بہم رسانیدہ اند کہ در ہر رنگ چوں آب امیزند با فقیر جوشش ہا می کنند۔ مرد با استقامت اند۔ خدا ایشاں را سلامت دارد (نکات الشعراص ۹۷)

۲۔ صاحب طرح والاخطرت حضرت سید عبدالولی عزلت پسر حضرت سید سعد اللہ قدس سرہ بہ تصفیہ ظاہر و باطن مجلی است و بہ دریافت کسبی و موہبی مجلی۔ اصلش از نامور بریلی است۔ و مولد و منشا داش سورت، کتب متداولہ عربیہ آموختہ است و از فارسی نیز بہرہ اندوختہ۔ خوش گو و خوش صحبت

کہ بہ بحث علم مقابل ایشاں دم زند۔ غرض ہمچو شخص را از جملہ مغتنمات زمانہ باید دانست۔ در محافل امرا معزز و مکرم اند۔ چند ریختہ ایشاں تملک قلم می شود۔

جل ہوا کاجل کس نین کی طوطیا کے واسطے
خوں ہوا کس کے ہاتھوں کی حنا کے واسطے

نینں مرا مجنوں لباسی لیک دست گردباد
دامن و چولی ہیں سودا کی قبا کے واسطے

کسے است۔ خداش سلامت دارد۔ (تذکرہ گردیزی قلمی)

۳۔ عزلت میر عبدالولی نام، متوطن سورت، مردے فاضل و عالم۔ از نیاز حقیقت آگاہ شاہ عزیز اللہ سورتی است۔ باوجود آبادی ظاہر بہ تعمیر باطن مشغول است در عہد سلطنت مرزا احمد بہ دار الخلافت تشریف داشت شاعر دوستی در مزاج او بہ مرتبہ بود بلکہ برائے مناسبت ایں طایفہ گاہ گاہ خود ہم دو سہ بیت موزوں می کرد (مخزن نکات ص ۶۵)

۴۔ سید عبدالولی عزلت فرازندۂ سخنوری و سخندانی طرازندۂ بساط معنی پروری و شیریں بیانی جو ہر رات سخنہائے برجستہ فروغ شمع مضامین گشتہ۔ مجلس آرائے بزم نکات رنگیں، انجمن پیرائے خیالات متین۔ ساقی شراب جادو مقالی جرعہ بخش رحیق نازک خیالی۔ عندلیبے است ہزار داستان و طوطی است شکر بیان۔ سرو سیت از باغستان خیال و تدرو سیت از گوہرستان کمال۔ ضمیر صفا پذیرش جامے است جہاں نما و فکر سریع السیرش ماہتابے است آسمان پیما سخن رنگینش مرہم بخش دلہائے حزیں معانی شیرینش مونس اشخاص غمگیں

دیکھتا ہوں جمع کر خاطر پریشانی کی راہ	کر رہا ہوں کس کے کوچے کی صبا کے واسطے
اس عرق ریزاں ذقن کی چاہ کا ہوں میں مریض	سیب کا شربت ہے یہ میری دوا کے واسطے
نالہ کش تھا دل ہوا ناگہ خموش آیا ہے کون	چپ رہا سننے کو کس آواز پا کے واسطے
شور بلبل سن عدم کے خواب سیں جاگیں گے لوگ	مت وہر دگل کو کسی کی قبر اوپر خدا کے واسطے

شعر فارسیش گوہریست آبدار۔ و نظم ریختہ اش لولوئیست شاہوار۔ نکات رنگینش بہ یمین انفاس مسیحا یش زندہ و خیالات شیرینش بر طبع چالاکش نازندہ۔ در مصوری قدرتے دارد کہ مانی و بہزاد پیشش او مانند پیکر تصویر در بند حیرت می مانند در موسیقی و سنگیت دستے دارد کہ صاحب کمالان این فن بتماشش دست بگوش می گذارند۔ در علم دوہرہ و کبت دریائے است مواج و بحریست متلاطم۔ شعر خوانی گلو سوزش جانے از سامعان می برد و سخن گوئی دل فروزش روح تازہ عطا می کند۔ میرزا صاحب علیہ الرحمہ قبل ازیں چند سال درحق آں جناب می فرماید و صرف ولایت تصفیہ باطن را باین حسن وجہ ادا می نماید

دریں زماں کہ عقیم است جملہ صحبتہا	کنارہ گیر و غنیمت شمار "عزلت را"

راقم سطور ہر گاہ کہ بہ حیدرآباد رفت ربط از آں جناب پیدا کرد۔ چنانچہ ہر روز بلا ناغہ بخدمت می رسید و آں جناب ہم اکثر گاہ بہ غریب خانہ قدم رنجہ می فرمودند۔ فقیر سوال (؟) بہ انعام آں جناب بہ دستخط نواب صلابت جنگ بہادر رسانیدہ بہ نظر انوار گذرانید۔ الحال سلسلہ ترسیل مراسلات از جانبین گرم است۔ کلیات ہمہ بیت چار دہ ہزار خواہد بود۔ کلیات ریختہ اش کہ قریب دو ہزار صد است سنگ تی نامہ کہ در جواب در دمند گفتہ و رباعیات دبارا ماسی (.....) و پہیلی ہا و کبتھا و دوہا

مبتدی اور منتہی کو بس ہے وحدت کی خبر ‏ ‏ ‏ ہر دو عالم ہی خبر ہے یک مبتدا کے واسطے
شل غزلت باب عرفاں خود بخود تجھ پر کھلے ‏ ‏ ‏ دل کو جیوں آئینہ روشن کر خدا کے واسطے

ولہٗ

میں وہ مجنوں ہوں کہ آباد نہ اجڑا سمجھوں ‏ ‏ ‏ مشت خاک اپنی اڑا کر اسے صحرا سمجھوں
شعلہ ساں محو ہوں ان شعلہ قدوں کے اوپر ‏ ‏ ‏ میں نہ جلنے کو ہی جانوں نہ تماشا سمجھوں

وجولئے کہ دراں نرگس تخلص می کند بہ نظر در آمد (چمنستان شعرا ص ۴۴۵)

۵۔ سید عبدالولی غزلت تخلص خلف سید سعداللہ درویش سورتی جامع اقسام فضائل است بلاقید و مشرب دارد۔ ریش و بروت تراشیده به وضع رندان می باشد از فہم عالی اشعار فارسی و ہندی خوب می فرماید در علم حقایق و معارف بحر مواج است دیوانے ترتیب داده (تحفۃ الشعراء قلمی)

۶۔ سید عبدالولی غزلت .... باوصف فضیلت اطوار و اقوالش خالی از سبکی و ہرزگی نہ بود۔ در زمان دولت نواب محمد علی وردی خاں مہابت جنگ مغفور وارد مرشد آباد و مورد مہربانی نواب مذکور گردید و بعد انتقال نواب به دکہن رفت۔ اشعارش مدون به نظر ایں خاکسار در آمد (گلزار ابراہیم قلمی)

۷۔ غزلت میر عبدالولی بن سید سعداللہ سلونی سورتی که ترجمه اش در فصل ثانی از دفتر اول گزارش یافت از مستعدان وقت است۔ کتب درسی نزد پدر والا گہر خوانده و در معقولات حیثیتے خوب بہم رسانده فقیر را بعد مراجعت از سفر بیت اللہ در بندر سورت ملاقات او اتفاق افتاد خوش صحبت است موسیقی ہندی خوب میداند۔ مشار الیہ از اشتیاق شہر شاہجہان آباد در حرکت آمد و از بندر سورت روانہ شده بعد از طے عرض راہ میتم جمادی الاول سنہ اربع و ستین و مائۃ و الف (۱۱۶۴) داخل آں بلدۂ فاخرہ شد و تا وقت بہا جا است۔ منتخبے از دیوان خود برائے مطالعہ فقیر در بندر سورت فرستاده بود۔ ([illegible])

علیہیات

۱ نکات الشعرا از میر تقی مطبوعہ انجمن ترقی اُردو
۲ تذکرہ فتح علی گردیزی قلمی
۳ مخزن نکات از قایم چاند پوری مطبوعہ انجمن ترقی اردو
۴ چمنستان شعرا از لچھمی نارائن شفیق ״
۵ گلزار ابراہیم از علی ابراہیم خاں خلیل قلمی
۶ تحفۃ الشعرا از ابراہیم بیگ قاقشال ״
۷ سرو آزاد از علامہ آزاد بلگرامی مطبوعہ

اشاریہ

الف

براہیم ادہم ۳
اورنگ آباد ۸، ۱۰، ۷، ۵، ۴۲،
ابوالمعالی میر ۸
اشرف ۱۲، ۱۳
احمد آباد ۱۳، ۱۹
آرزو، سراج الدین علی خاں ۱۹، ۲۱
۳۰، ۳۱، ۵۷،
آبرو میر مبارک ۲۳، ۲۹، ۳۰، ۳۱
۳۲ - ۴۲، ۴۳، ۵۶
آزاد غلام علی ۳۴،
اظہر الدین خاں ۴۴، ۴۶، ۵۰،
احسن اللہ ۵۰، ۵۱
اعظم سید اعظم ۵۲
ابدال - مرزا ابدال بیگ ۵۴
ایرج پور ۳، ۴، ۴۶،

ب

بہاءالدین ۳
بیجاپور ۶
برہان پور ۸، ۱۵، ۵۳، ۵۴، ۵۵،
برہ بھیو کا قصہ ۵۶
بیدل مرزا ۶۰
بالاپور ۶۳

پ

پریم لو کا قصہ ۵۶

ت

ترکتاز خاں بہادر ۳
تاباں میر عبدالحی ۴۱، ۴۲، ۴۴، ۴۳،
تمکین ۴۸

ث

ثاقب شہاب الدین ۵۴

ح

حافظ شیرازی ۳

حمید۔ خواجہ خاں ۳، ۷

حاتم شیخ محمد حاتم ۲، ۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۹

حشمت میر محتشم علی خاں ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸

حمید اسد خاں نواب ۴۶، ۴۷، ۵۰

حاکم بیگ خاں ۴۹

حیدر آباد ۵۹

حفیظ الدین خاں بہادر ۶۳

حسین علی خاں سید امیر الامرا ۵۶، ۶۴، ۶۶

خ

خسرو ۲

د

دہلی ۸، ۱۵، ۱۷، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۳۹، ۴۲

دکن ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۳۲، ۳۹، ۴۷، ۵۶، ۵۹، ۶۱

درد خواجہ میر ۴۸

دولت آباد ۵۶

داود مرزا داود بیگ ۵۶، ۵۷

محمد رضی ۱۳

ابوالحسن ۶۳

ز

نی نیر خاں ۵۱، ۵۲

ن آباد ۵۱

س

سودا میرزا رفیع ۳۲، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۸

سیف الدولہ بہادر نواب ۳۹

سجاد ۴۸

بد معالی ۸

ش

شاہجہاں آباد ۸، ۱۳، ۲۵، ۲۹، ۳۰، ۳۵، ۳۶، ۴۰، ۴۱

شاہ گلشن ۹، ۱۱

شیخ فرید شکر گنج رح ۲۱

شفیع مرزا ۳۰

ع

عبدالرحیم ۲۲،

عالمگیر ۳۶، ۶۱،

عنایت اللہ خاں نواب ۲۱، ۵۴

عزلت سید عبدالولی ،، ۵۹، ۶۵

۶۶، ۶۷، ۶۸

عاجز عارف الدین خاں ۵۰، ۵۹

۶۰، ۶۲

عشق مرزا جمال اللہ ۵۸

عبدالرحمن شاہ ۶۴،

ف

فردوسی ۵

فایق ۳۴

فضلی شاہ فضل اللہ ۵۵، ۵۶،

فیروز جنگ غازی الدین خاں بہادر

۵۶، ۶۱-

ق

قوی جنگ ۳

قایم میر محمد ۵۳

ک

کلیم میاں محمد حسین ۴۸

کامل سید محمد ۵۳، ۵۴

کوتوال پورہ ۶۲

گ

گجرات ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۵۸

گلزار ابراہیم ۵۶

م

مدالتی ۷

مزل میر محمد مزل ۱۳، ۱۴،

محمد شاہ بادشاہ ۱۲، ۱۵، ۱۹، ۲۲،

۲۷، ۲۸، ۳۲، ۵۸،

مضمون ۱۹، ۲۰، ۲۱،

مظہر مرزا مظہر جان جاناں ۲۰، ۳۳

۳۵، ۳۷، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴

۴۶، ۷۹،

میر محمد تقی ۳، ۴، ۴۸

محمد تقی خاں حکیم ۶۳، ۶۴،

محمد غوث گوالیاری رح ۳۰، ۳۱،

ن

نصرتی ۶، ۷

ناجی محمد شاکر ۴۰

نصرت جنگ نواب سید لشکر خاں بہادر (۲۲)

و

ولی دکنی محمد ۰، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲،

وجیہ الدین شاہ ۸، ۱۰

وفا آقا محمد امین ۶۳، ۶۴،

ی

یکرو عبدالوہاب ۲۴

یکرنگ مصطفیٰ خاں ۲۳

یقین انعام اللہ خاں ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶،
۴۷، ۴۸، ۴۹، ۴۹،